MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماھنامہ

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

لاہور

جلد نمبر 23

شمارہ نمبر 08

دسمبر 2022ء، جمادی الاول 1444ھ

WWW.MIRRAT.COM

سلطان الفقر نمبر

سلطان الفقر

حضرت سلطان محمد اصغر علی قدس سرہ العزیز

بانی اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین

دربار عالیہ سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ

(ولادت: 14 اگست 1947 – وفات: 26 دسمبر 2003)

146

یومِ ولادت بانیٔ پاکستان

نوجوان نسل پاکستان

کی ترقی وخوشحالی اور روشن مستقبل کی ضامن ہے۔

بانیٔ پاکستان قائداعظمؒ نے نوجوانوں کو تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

خود میں نظم وضبط، کردار، پہل اور ایک پختہ تعلیمی پس منظر کا صحیح احساس پیدا کیجیے! آپ کو پوری دلجمعی سے خود کو اپنی پڑھائی کے لیے وقف کرنا چاہیے، (کیونکہ) یہ آپ پر خود اپنی، والدین اور ریاست کی جانب سے پہلی ذمہ داری ہے۔

(اسلامیہ کالج پشاور، 12 اپریل 1948ء)

مسلسل اشاعت کا تئیسواں سال

MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماھنامہ

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

لاھور

دسمبر 2022ء، جمادی الاول 1444ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فیضانِ نظر

سُلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب قدس سرہ العزیز

چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹوریل بورڈ:
- سید عزیز اللہ شاہ ایڈووکیٹ
- مفتی محمد شیر القادری
- افضل عباس خان

آرٹ ایڈیٹر:
- محمد احمد رضا
- واصف علی

اندرون ملک نمائندے

اسلام آباد	مہتاب احمد
کراچی	لئیق احمد
فیصل آباد	ڈاکٹر غضنفر عباس
ملتان	شبیر حسین
لاہور	حافظ محمد ریحان
کوئٹہ	رسالت حسین
پشاور	سید حسین علی شاہ

بیرون ممالک نمائندے

ممالک	نمائندگان
اٹلی	چوہدری ناصر حسین
انگلینڈ	منظور احمد خان
ساؤتھ افریقہ	آصف ملک
سعودی عرب	مہر کریم بخش
سپین	محمد عقیل
کینیڈا	ثقلین عباس
متحدہ عرب امارات	نصیر شاہ
ملائشیاء	محمد شفقت
یونان	محمد شکیل

فی شمارہ نیوز پیپر	فی شمارہ آرٹ پیپر
70 روپے	100 روپے
سالانہ (ممبرشپ) 840 روپے	سالانہ (ممبرشپ) 1200 روپے

سعودی ریال	امریکی ڈالر	یورپین پونڈ
800	400	280

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

اس شمارے میں

1	اقتباس		3

اداریہ

2	دستک		4

سلطان الفقر نمبر

3	Hadhrat Sultan Muhammad Asghar Ali (R.A): Experience of Lawfulness in Life	Malik Asif Tanveer Awan Advocate	6
4	تصوف اور سماجی تربیت	مہر ساجد علی گھیانہ ایڈووکیٹ	9
5	سلطان الفقرؒ کی تعلیمات: عظمتِ انسان کا تعارف	مفتی محمد شیر القادری	15
6	دینی درسگاہیں اور تصوف کی تدریس	مفتی محمد صدیق خان قادری	22
7	تعلیم، عصرِ حاضر اور فکرِ سلطان الفقرؒ	بابر جان خوازی خیل	27
8	عصرِ حاضر میں بچوں کی اخلاقی تربیت: حیاتِ سلطان الفقر سے اسباق	لئیق احمد	34
9	سلطان الفقر کی بصیرت 'سبز خانقاہ' کے قیام کی سعی جمیلہ	انجینئر رفاقت ایچ ملک	38
10	تعلیماتِ سلطان الفقر اور ٹیم ورک	حافظ محمد شہباز عزیز	43
11	مرشد کریم کی بارگاہ میں	مستحسن رضا جامیؔ	48

باھُو شناسی

12	Abyat e Bahoo	Translated by: M.A Khan	49

اپنی بہترین اور مؤثر کاروباری تشہیر کیلئے مرآۃ العارفین میں اشتہار دیجئے رابطہ کیلئے: 0300-8676572

برائے خط و کتابت: ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل P.O.Box No.11 جی پی او، لاہور E-mail: miratularifeen@hotmail.com
WWW.ALFAQR.NET, WWW.MIRRAT.COM

پبلشر سجاد علی چوہدری نے قاسم نعیم آرٹ پریس، بندروڈ، لاہور سے چھپوا کر بیسمنٹ خواجہ آرکیڈ کیمیکل مارکیٹ، بندروڈ لاہور سے شائع کیا

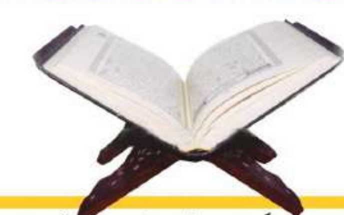

"اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۝ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ"

"بے شک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا- ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں"-(حم السجدہ:30-31)

"حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "اولیاء اللہ وہ ہیں جو اللہ کے لیے آپس میں محبت کریں، اگرچہ ان میں رحم کے رشتے بھی نہ ہوں اور نہ کوئی مالی لین دین ہو- خدا کی قسم! ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر رونق افروز ہوں گے- جب لوگ تھر تھر کانپتے ہوں گے، انہیں کوئی خوف نہ ہو گا اور جب لوگ غمزدہ ہوں گے، وہ غم سے محفوظ و مامون ہوں گے- پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ آیت مبارک تلاوت فرمائی: "انہیں کوئی خوف نہ ہو گا اور جب لوگ غمزدہ ہوں گے، وہ غم سے محفوظ و مامون ہوں گے"-(سُنن اِبنِ داؤد، کِتَاب الْبُیُوع)

فرمان
سلطانی محبوبِ سُبحانی غوث الاعظم محی الدین سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی (رضی اللہ عنہ)

جب صفایتِ بشری فنا ہو جاتی ہیں تو صفاتِ احدیت باقی رہ جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ پاک ہے، اُسے فنا ہے نہ زوال- پس بندہ فانی کو ربّ باقی کے ساتھ اُس کی رضا کے مطابق بقا نصیب ہو جاتی ہے اور قلب فانی کو سرّ باقی کے ساتھ بقا حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اُس کی نظر بن جاتا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: "اُس کی ذات کے سوا ہر چیز کو فنا ہونا ہے"- لہٰذا جب بندہ اُس کی ذات پاک کو راضی کرنے کی خاطر اعمال صالحہ اختیار کر کے اُس کی رضا پالیتا ہے تو اُسے راضی ہونے والی ذات کے ساتھ بقا حاصل ہو جاتی ہے اور اعمالِ صالحہ کے نتیجے میں انسان حقیقی زندہ ہو جاتا ہے"-

(سر الاسرار)

فرمان
سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ

کیا ہویا بت اوڈھر ہویا دل ہرگز دور نہ تھیوے ھو
سے کوہاں میرا مرشد وسدا مینوں وچ حضور دسیوے ھو
جیندے اندر عشق دی رتی اوہ بن شرابوں کھیوے ھو
نام فقیر تنہاں دا باھو قبر جنہاں دی جیوے ھو

(ابیاتِ باھُو)

فرمانِ قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

ایمان، اتحاد، تنظیم

"ہم کیا چاہتے رہے ہیں؟ ہم اس سرزمین پر ایک آزاد اور خود مختار قوم کی حیثیت سے رہنا چاہتے ہیں کسی اور راج یا کسی کی حکومت کے تحت نہیں، غرور، منافرت اور جارحیت جس کا ہندو رہنماؤں نے مظاہرہ کیا کہ ہمیں ایک اقلیتی فرقے کی حیثیت سے ہندو اکثریت کی محکومی میں رہنا ہو گا، بالکل عیاں ہے یہ وہ حکمت عملی ہے وہ پروگرام، وہ جنگجویانہ اور وہ جارحانہ رویہ اور متکبرانہ رویہ ہے جس کے خلاف ہم برسرپیکار ہیں"-

(بنگال صوبائی مسلم لیگ کانفرنس میں خطبہ صدارت سراج گنج، 15 فروری، 1942ء)

فرمانِ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

مقام بندۂ مومن کا ہے ورائے سپہر
زمیں سے تابہ ثریّا تمام لات و منات
حریم ذات ہے اس کا نشیمنِ ابدی
نہ تیرہ خاکِ لحد ہے، نہ جلوہ گاہِ صفات

(ارمغانِ حجاز)

سُلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کی فکر و تحریک اور عصری معنویت

انسان کی تخلیق "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" کے مرتبہ پہ ہوئی اور اس کو خلافتِ الٰہیہ کا تاج پہنایا گیا- انسان کی عظمت اسی میں ہے کہ وہ اپنے مقام و مرتبے کو پہچانے- اللہ عزو جل نے نباتات و جمادات کی طرح انسان کو مجبورِ محض یا ایک نکتہ کا پابند نہیں بنایا بلکہ "وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ" (اور ہم نے اسے دونوں راستوں کی راہ بتائی) کے تحت اسے دونوں راستوں سے آگاہی بخشی- یعنی وہ اپنی اصلاح کر کے فرشتوں سے افضل بھی ہو سکتا ہے اور اگر خدانخواستہ اپنی اصلاح کو پسِ پشت ڈال دے تو "اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلّ" (وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ) بھی اس کا مقدر بن سکتا ہے-

اللہ عزو جل نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل (علیہم السلام) مبعوث فرمائے جنہوں نے اپنے اپنے دور میں انسان کو انسانیت، روحانیت اور تزکیۂ نفس کا درس دیا اور سلسلۂ نبوت کا باب بند ہونے کے بعد امام سخاوی کی ایک روایت کے مطابق "بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے آخر میں ایسے بندے پیدا فرمائے گا جو اس کیلئے اس کے دین کو تازہ کرتے رہیں گے" (المقاصد الحسنۃ)- سلطان العارفین حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) کی نویں پشت میں سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) اس روایت مبارکہ کے صحیح مصداق ہیں آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے جس وقت عملی میدان میں سعی کا آغاز فرمایا، اس وقت بھی معاشرے کو مادیت پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی اور انسان اپنی عظمت کردار کا غازی بننے کی بجائے محض گفتار کا غازی بننے میں تلاش کر رہا تھا-

سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) نے شاعرِ مشرق کی اس فکر "نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری" کو عملی جامہ پہناتے ہوئے 1987ء میں اصلاحی جماعت کی بنیاد رکھی- اُس وقت لوگوں کی اکثریت تصوف و روحانیت کو ماضی کے قصے اور اس کا موجودہ دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا بعید از قیاس اور ناممکن سمجھتے تھے لیکن آپؒ نے بڑے احسن اور سہل انداز میں بیک وقت عام آدمی کو شریعت و طریقت سے جس انداز میں روشناس کروایا وہ اپنی مثال آپ ہے- یاد رہے! ولی اللہ یا صوفی نہ ہی ترکِ دنیا (رہبانیت) کا درس دیتا ہے اور نہ اس کے تقاضوں کو پسِ پشت ڈالنے کی تعلیم دیتا ہے بلکہ اُس کی تعلیم کا مرکز و محور یہ ہوتا ہے کہ دنیا محض چند روز کی نہیں بلکہ اس سے پہلے کاروان زندگی رواں دواں رہا اور اس سے آگے بھی زندگی محوِ سفر ہے- بقول علامہ محمد اقبال (رحمۃ اللہ علیہ):

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ	جاوداں، پیہم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی
قلزم ہستی سے تو اُبھرا ہے مانندِ حباب	اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

جب زندگی کئی ادوار پہ مشتمل ہے تو محض چند روزہ لمحات کو سب کچھ تصور کر لینا نہ صرف خام خیالی ہے بلکہ سراسر گھاٹے کا سودا ہے- ان کے نزدیک اصلاحِ نفس کے بغیر اچھا فرد تیار نہیں ہوتا اور اچھے افراد کے بغیر ایک اچھے سماج کی تشکیل ممکن نہیں، اس لئے اعلیٰ سماجی تشکیل کیلئے نفس کی پہچان اور اصلاح ایک ضروری عمل ہے- جیسا کہ حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی تعلیمات میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اگر کوئی سیاہ ناگ تیری آستین میں گھس آئے تو یہ اُس نفس سے کہیں بہتر ہے جو اِس وقت تیرا ہم نشین ہے- نفس پرور آدمی ہر گز فلاح نہیں پا سکتا- اس نفس کو اسمِ اللہ ذات کی تلوار سے قتل کر دے کہ جو اُسے قتل کرتا ہے وہ نجات پا جاتا ہے"- (عین الفقر)

سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی نگاہ کرم، تعلیم و تلقین اور گفتار و کردار سے نوعِ انسانی کو حضور رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دیا ہوا پیغام یاد دلا کر "فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ" کہ "پس دوڑو اللہ کی طرف" کا درس دیا- بالخصوص اپنی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل کرنے والوں پہ واضح کیا کہ انسان کی ذات امانتِ الٰہیہ کی حامل ہے- اگر وہ اپنی حقیقت کو جان کر اپنے مقام کو پالے تو معلوم ہو گا کہ اس کی عظمت و

حرمت کیا ہے- گو کہ انسان اپنے وجود کے اعتبار سے محدود ہے لیکن اللہ پاک نے انسان میں صحراؤں کی سی وسعت رکھی ہے- بقول علامہ محمد اقبال (رحمۃ اللہ علیہ):

> قطرہ ہے، لیکن مثالِ بحرِ بے پایاں بھی ہے اپنی اصلیّت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تُو

سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ اصلاح اپنی ذات سے شروع کی جائے- ہر انسان پہلے اپنے آپ پر قرآن و سنت کا نفاذ کر کے ”اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً“ کہ ”اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ“ کا عملی مظہر بنے پھر دوسروں کو اس کی تبلیغ کرے- آپؒ عالمگیر امن کے داعی تھے اور ہمیشہ تفرقہ بازی، لسانیت اور نسل پرستی سے گریز کا درس دیا کرتے تھے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ملت کے افراد میں اتحاد و یگانگت پیدا فرما کر اُن کو جسدِ واحد کی مانند دیکھنا چاہتے تھے- آپؒ نے ہمیشہ دینِ متین کی خدمت کے ساتھ ساتھ اتحادِ ملتِ اسلامیہ اور پاکستان کے معاشرہ کی روحانی و اخلاقی تعمیر و نظریاتی استحکام کا درس دیا- پاکستان کے اسلامی و روحانی تشخص کے پاسبان سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کی تحریک مادی ترقی و روحانی تنزّلی کے موجودہ دور میں بالخصوص پاکستان اور بالعموم پوری اُمت مسلمہ کی روحانی و نظریاتی بقاء کی ضامن ہے بشرطیکہ اِس تحریک کے پیغام اور فکر کو سمجھ کر عمل پیرا ہوا جائے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی عطا کردہ روحانی فکر اور سوچ ہمیں اسلام اور پاکستان سے محبت کا درس دیتی ہے کہ کیسے ہم نے پاکستان کو اپنی ترجیح بناتے ہوئے اس کی بنیادوں کو مضبوط سے مضبوط تر کرنا ہے اور اس ملک میں عشقِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فروغ کیلئے ہمہ وقت اپنا کردار ادا کرتے رہنا ہے-

مزید برآں! ہم آپؒ کے آفاقی و روحانی پیغام سے عملی وابستگی اختیار کر کے پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلام کا قلعہ اور اولیاء اللہ کے فیضان کا سرچشمہ بنا سکتے ہیں جو عصری تقاضوں کے پیشِ نظر ملکی و ملی یکجہتی و اتحاد اور استحکام پاکستان کی ناگزیر ضرورت ہے- آج ضرورت اس امر کی ہے کہ صوفیائے کرام کی فکر کو سمجھا جائے، عام کیا جائے اور کسی کامل کی صحبت اختیار کی جائے کیونکہ اس میں نہ صرف انسانیت کی بقاء ہے بلکہ پاکستان اور عالمِ اسلام کی ترقی و خوشحالی بھی اس میں مضمر ہے-

Hadhrat Sultan: Muhammad Asghar Ali (R.A)

Experience of Lawfulness in Life

Malik Asif Tanveer Awan Advocate

In Pakistan, awareness on the subject of law and importance of its performance have always remained less than its required nature. Moreover, having knowledge of law is not a piece of cake because everyone could not look into it by his own-self to have the well acquaintance with law of the land. Therefore, we see that usually this section remains overlooked. Although, as a legal principle, ignorance of law is not an excuse, yet we witness the non-performance of law in the life of many people. On the positive side, if we explore history, we also find out numerous glaring examples of lawfulness in the life of legends like Founding Father of Pakistan Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah.

In the history of Pakistan, some personalities were of so profound nature that they paid equal attention to every section of life including the law and its performance. They not only followed the law by himself but also spread the awareness of it among the masses by explaining that this is so fundamental for the progression and development of a nation. Their life inspired hundreds and thousands of people to the subject in hand. Among those, Sultan-ul-Faqr Sixth Hadhrat Sultan Muhammad Ashgar Ali Sahib R.A, Hadhrat Sultan, is one of the leading names whose life can be termed as an accurate metaphor of lawfulness. Hadhrat Sultan with his numerous virtuous attributes always adhered to law of the land. In every matter, his recourse was to law that made him prominent among other people.

The life of Hadhrat Sultan was of a master piece of lawfulness. We all know that, if a leader is taking care of small things in his life, then it is so sure that he would have taken care of big things as well. It is rightly said that minors matter. Mirror of the life of Hadhrat Sultan reflects that he took care of minor things in his daily life in a very decent way. This was the life of Hadhrat Sultan, full of perfection, and practical manifestation of adherence to law. From his life, we would analyze some examples.

Hadhrat Sultan had given great importance to observance of traffic signal that it should always be respected as it channelizes the movement of

vehicles in a safe and smooth way. He had conferred much value to the renewal of his car

tokens and payment of tax within due time. This timely performance of duty was in fact his believe in law and respect to the state departments. Moreover, Hadhrat Sultan always ensured the timely renewal of weapon license. He never allowed anyone in his team to carry a weapon without a valid license. These small acts of Hadhrat Sultan further encouraged and motivated the followers to depose fullest trust in the state and its departments. Hadhrat Sultan had a firm believe that compliance and cooperation with the state departments is a way to progressive Pakistan.

Hadhrat Sultan also preferred to have the registration of every section of work whose foundation was laid down by his hands. For example, Mosques and Seminaries (Madrassas) were registered in Pakistan as per law. These examples of care and attention to legal responsibilities are clear message to have firm believe in law and strong commitment to the performance of law on daily basis and in every walk of life.

As we all are well aware that Hadhrat Sultan laid down the foundation of an organization titled "Islahee Jamat & Aalmi Tanzeem-ul-Arifeen" in 1987. The message of this organization is to spread teachings of Sufis in the light of the Holy Quran and the Sunnah of the most beloved Prophet Muhammad (Blessings and Salutation be Upon Him) to promote peace, love and harmony in the society as well as to ensure inner-purification of man as this purification of inner self & heart takes a man to the height of glory which is divinely conferred to a human being. The message of this organization also enables a man to play a positive and constructive role in a society as per divine commandments. So, this organization under the auspices of Hadhrat Sultan organized thousands of its events across Pakistan and interestingly all of the events and programs were always in compliance with the rules of district administration concerned. All the events were held peacefully and, in a much disciplined way. District administration many times expressed their views and level of satisfaction for the programs held under the leadership of Hadhrat Sultan. The writer himself is witness to the comments of many district administrations who said that during the programs held by Islahee Jamat, we feel comfortable and satisfied as we remain so sure that as usually everything would be in a peaceful way and in accordance with law.

It would not be out of context to mention that Islahee Jamat being one of the leading organizations, having millions of followers and most of them being youth, never resorted to protest, never ever staged any anti-state sit-in, never ever refused to accept state rules, never ever showed explicit or implied disobedience to law of the land. This organization has a glaring history that during the past 25 years it never staged even a single protest and never resorted to chaos. It always worked to strengthen the state of Pakistan as the state is our custodian and our every step should be in the direction to support it and not to weaken it. Interestingly, Shahbaz-i-Arifa'n Hadhrat Sultan Muhammad Abdul Aziz Sahib R.H. (Father of Hadhrat Sultan) played a significant role in Pakistan Movement to create this country. And today, his decedents always prefer to strengthen this motherland and never support any activity that may lead to weaken the state. This ideology and believe for the country led the followers of Hadhrat Sultan to have an unconditional love with Pakistan.

We all know that it is an easy thing that one is a law-abiding citizen; however, it is very difficult to motivate and train a huge number of people to voluntarily and whole heartedly follow the law of the land. This herculean task was done by Hadhrat Sultan. As he had hundreds and thousands of followers who not only got acquaintance with the significance of law but they also respected the law by their practical deeds. This was a civic revolution and as a result of this a transformation from lawlessness to lawfulness was created in the life of many citizens. This process is still active in the society and people trained by the teachings of Hadhrat Sultan stands unique in every field because it has been taught to them and it is being inculcated among them that law should always be upheld. Lawlessness neither benefit the individual nor the nation. Followers of Hadhrat Sultan are of the view that Pakistan is our spiritual commitment and the easiest way to serve this land is by following the law and setting a precedent for others to obey and resect the law. In short, the life of Hadhrat Sultan is a lightening model for the citizens of Pakistan to have love and respect with law of the land as well as importance of its performance in our daily life.

It is pertinent to mention that Janesheen Sultan-ul-Faqr Hadhrat Sultan Muhammad Ali (Elder Son of Hadhrat Sultan) is carrying forward the great legacy of Hadhrat Sultan. As per the guideline of Hadhrat Janasheen, many shining students have been studying in the field of law for the better development of this sector in Pakistan. The civic revolution initiated by Hadhrat Sultan realized importance and respect for law in citizens of Pakistan. And it is an ongoing process which is expected to bring a silent moral transformation in the society.

☆☆☆

افراد کے ایک ایسے گروہ کو سماج کہا جاتا ہے جس کی بنیادی ضروریات زندگی میں ایک دوسرے سے مشترکہ روابط موجود ہوں اور معاشرے کی تعریف کے مطابق یہ لازمی نہیں کہ ان کا تعلق ایک ہی قوم یا ایک ہی مذہب سے ہو- جب کسی خاص قوم یا مذہب کی تاریخ کے حوالے سے بات کی جاتی ہے تو پھر عام طور پر اس کا نام معاشرے کے ساتھ اضافہ کر دیا جاتا ہے جیسے ہندوستانی معاشرہ، مغربی معاشرہ یا اسلامی معاشرہ-

اسلام نے مشترکہ بنیادی ضروریات زندگی کے اس تصور کو مزید بڑھا کر بھائی چارے اور فلاح و بہبود کے معاشرے کا قرآنی تصور پیش کیاہے، یہ ایک ایسا تصور ہے کہ جس کے مقابل معاشرے کی تمام لغاتی تعریفیں اپنی چمک کھو دیتی ہیں- اللہ پاک نے قرآن میں اسی مثالی معاشرے کے بارے میں فرمایا کہ معاشرہ کیسا ہونا چاہیے:

”كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ“[1]

”تم بہتر ہو ان امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو“-

اس قرآنی تصور سے ایک ایسا معاشرہ بنانے کی جانب راہ کھلتی ہے کہ جہاں معاشرے کے بنیادی تصور کے مطابق تمام افراد کو بنیادی ضروریات زندگی بھی میسر ہوں اور ذہنی آسودگی بھی- کسی بھی انسانی معاشرے کو اس وقت تک ایک اچھا معاشرہ نہیں کہا جاسکتا جب تک اس کے ہر فرد کو مساوی انسان نہ سمجھا جائے- ایک کمزور کو بھی وہی انسانی حقوق حاصل ہوں جو ایک طاقتور کے پاس ہوں، خواہ یہ کمزوری طبعی ہو یا مالیاتی یا کسی اور قسم کی-[2] جب فرد کا تعلق اللہ پاک سے بن جاتا ہے تو ”إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ“ کے فرمان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اسلامی معاشرے میں تمام افراد کے حقوق و فرائض یکساں ہوتے ہیں-

اسلامی معاشرہ تہذیبی اور نظریاتی بنیادوں پر تشکیل پاتا ہے- یہ نسل، نسب، زبان و وطن پر مبنی نہیں ہے- اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات عطا کرتا ہے جس کو اپنانا ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کے لیے ضروری ہے- اگر اسلام کو حقیقی معنوں میں اپنایا جائے تو انسان دنیا کی زندگی بھی اطمینان و چین سے بسر کرتا ہے اور آخرت میں بھی نجات پاتا ہے- اسلامی معاشرہ ایک متوازن معاشرہ ہے- خواہ عبادت ہو یا سیاست، معاشرت ہو یا معیشت، ہر معاملے میں اس کی تعلیمات اور احکام اعتدال پسندانہ ہیں- اس نے غیر طبقاتی معاشرے کی بنیاد رکھی جس میں کسی گورے کو کالے پر، کسی عربی کو عجمی پر، کسی امیر کو غریب پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے- تمام انسان برابر ہیں-

[1](آلِ عمران:110)

[2]https://ur.wikipedia.org

اب دنیا کو یہ احساس ہوا ہے کہ موجودہ صدی میں جمود و تعطل اور مادیت پرستی و روحانی امراض نے جس قدر تیزی سے انسان کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے ایسے میں تمام شعبہ ہائے زندگی میں فرد کے روحانی استحکام و روحانی ترقی، عرفانِ خودی و خودگری (Self-actualization) اور قلبی و باطنی تطہیر کیلئے روحانیتِ اسلام (Islamic Spirituality) سے رہنمائی ناگزیر ہے جس سے انفرادی و اجتماعی سطح پر کار آمد مقاصد و اہداف کا حصول ممکن بنایا جاسکتا ہے۔[3]

عصرِ حاضر کے نامور فرانسیسی ڈاکٹر موریس بوکائیے نے اپنی تصنیف ”بائبل، قرآن اور سائنس“ میں اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

”موجودہ سائنس (کے تحت ہونے والی مادی ترقی) نے انسانی دماغوں کو جس قدر ناپاک کر دیا ہے ان کو پاک کرنے کیلئے بڑی روحانی قوت کی ضرورت ہے اور وہ اسلام کی تعلیمات سے ہی حاصل ہو سکتی ہے“۔

اللہ رب العزت نے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا اور تمام مخلوق میں انسان کو اشرف بنایا- انسانوں کی رہنمائی کے لیے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا جنہوں نے انسانوں کی تربیت فرمائی اور مخلوق کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ استوار فرمایا- اس تربیت کی بدولت انسانوں کے اندر اعلیٰ اخلاق پیدا ہوئے- آخری نبی حضرت محمد مصطفٰے (ﷺ) ہیں- آپ (ﷺ) کے بعد صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے قرآن و سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے تربیت فرمائی- آپ کے تابعین (رحمۃ اللہ علیہ) پھر تبع تابعین (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی کوشش کی- تبع تابعین (رحمۃ اللہ علیہ) کے بعد اولیاء کرام (رحمۃ اللہ علیہ) اس ڈیوٹی کو نبھانے کی کوشش فرما رہے ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا-

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی قدس اللہ سرّہٗ نے اصلاحی جماعت کی 1887ء میں بنیاد رکھی جس کا مقصد تعلق باللہ قائم کرنا اور انسانوں کی تربیت فرمانا ہے- آپ نے سب سے پہلے عوام کی رہنمائی کے لیے لوگوں کی تربیت فرمائی جن کی یہ ڈیوٹی لگائی کہ معاشرے میں جا کر اسلام کے حقیقی پیغام کو عام کرنے کی سعی کریں تاکہ معاشرے میں عوام کے تعلق باللہ کو مضبوط کیا جائے - جب انسان کا تعلق باللہ مضبوط ہوتا ہے تو وہ اعلیٰ اخلاق کا مالک بنتا ہے - اس میں خوفِ الٰہی پیدا ہوتا ہے تو وہ برائی کو چھوڑ کر اچھائی کو اپناتا ہے- اس جماعت کی دعوت ہے ”فَفِرُّوْا إِلَى اللّٰهِ“ اور مقصود ہے اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس- تزکیہ کے لیے قرآن پاک کے فرمان کے مطابق آپ نے تصور اسم اللہ ذات کو عام فرمایا تاکہ انسان کا ہر سانس اللہ کے ذکر میں جائے- جس سے انسان کا تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ہو جیسے اللہ پاک نے فرمایا:

”فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ“[4]

”پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے“-

یعنی حالت بدلے، کیفیت بدلے، جگہ بدلے، وقت بدلے، سمت بدلے جو کچھ بھی ہو تمہاری سوچ و فکر کا مرکز و محور نہ بدلے- ہر لمحہ و ہر لحظہ تمہاری سوچ و فکر رب ذوالجلال کے گرد گھومتی رہے، اسی ذات کا طواف کرتی رہے- جیسا کہ کہا گیا ہے ”ہتھ کار ول، دل یار ول“[5]

[3] صاحبزادہ سلطان احمد علی، ”جدید ادارے اور سماجی روحانیت: سیرت النبی (ﷺ) کے تناظر میں“- (ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل- اکتوبر 2022)

[4] (النساء:103)

[5] علامہ مفتی محمد شیر القادری، ”سلطان الفقر ششم کی ملی بصیرت“ (ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل- اکتوبر 2011)

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد کے ساتھ ذکر اللہ کو بھی فرض فرمایا گیا- قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں ذکر اللہ پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے- ذکر اللہ اس لیے فرض کیا گیا ہے کہ اس سے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ہوتا ہے جیسا کہ حضور نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"لکل شیء صقالة وصقالة القلوب ذکر الله وما من شیء أنجی من عذاب الله من ذکر الله قالوا: ولا الجهاد فی سبیل الله؟ قال: ولا أن یضرب بسیفه حتی ینقطع"[6]

”ہر چیز کے لئے صفائی ہے اور قلوب کی صفائی اللہ کا ذکر ہے اور ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو ذکر الٰہی کے برابر اللہ کے عذاب سے بہت نجات دلائے- صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا کہ کیا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی ایسی چیز نہیں؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا نہیں! اگرچہ وہ (مجاہد) اپنی تلوار اتنی مارے (یعنی اتنی شدت کے ساتھ مارے) کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے“- (بیہقی)

جب ذکر اللہ سے بندے کا دل صاف ہو جاتا ہے تو وہ اپنے اندر سے اس ذات باری تعالیٰ کو پالیتا ہے اور بندے کو معرفتِ الٰہی نصیب ہوتی ہے تو بندے کا تعلق باللہ مضبوط ہو جاتا ہے- بندے کو اپنے من کی حقیقت تک رسائی نصیب ہوتی ہے- جیسا کہ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

اگر انسان کو اپنے من کی حقیقت تک رسائی ہو جائے تو تمام جھگڑے خود بخود مٹ جاتے ہیں کیونکہ انسان کا شعور اسے یہ تفہیم عطا کر دیتا ہے کہ تجھے دنیا میں ”تسخیر کنندہ پست و بالا“ کا منصب اعلیٰ کیوں نصیب ہے- جیسے کہ اللہ پاک نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

"وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ"[7]

”اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں“-

حدیث قدسی میں فرمانِ الٰہی ہے:

"لَا يَسَعُنِي أَرْضِي وَلَا سَمَائِي وَلٰكِن يَسَعُنِي قَلْبُ عَبْدِيَ الْمُؤْمِن"[8]

”میں نہ تو زمین میں سماتا ہوں اور نہ ہی آسمانوں میں بلکہ صرف بندہ مومن کے دل میں سماتا ہوں“-

انسان کو جب یہ ادراک نصیب ہوتا ہے کہ میری تحریم میرے باطن میں جلوہ گر ہستی کی وجہ سے ہے تو اُسے اپنے سامنے بیٹھا ہر انسان اُسی مکین کا مکان نظر آتا ہے کہ جس طرح میرے باطن میں لامحدود و لافانی کا جلوہ ہے میرے سامنے والا انسان بھی اسی شرف سے نوازا گیا ہے- اِسے اِس تمثیل سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ جس مکان میں مَیں موجود ہوں اگر اس مکان پر کوئی گُل پاشی کر رہا ہے تو کیا اُس گُل پاشی کا اطلاق اِس مکان کے در و دیوار پر ہے یا مجھ پر؟ اگر اِس مکان پر کوئی دشنام طرازی کرتا ہے تو کیا اُس دشنام طرازی کا مخاطب مکان کے سنگ و خشت ہیں یا مَیں؟ اس مادی مثال کو اُس روحانی کائنات میں جا کر منطبق کریں کہ جب کسی انسان کو فروعی عناد کی بھینٹ چڑھاتے ہوئے اُس کے چیتھڑے اُڑا دیئے جائیں یا اس کے خون سے ذاتی مقاصد کی تکمیل کے لیے کھیلا جائے کیا یہ وجودِ انسان کے گوشت پوست کی توہین ہے یا قلبِ انسانی کے مکین کی توہین ہے؟ اس فکر کو اپنے اندر اجاگر کرنے کو قرآن نے ”تزکیہ“ کی اصطلاح دی ہے جسے تابعین نے ”تصوف“ کہا ہے اور عہدِ جدید میں اِسے ”صوفی ازم“ کہتے ہیں-[9]

اکثر لوگ جو حضرت سلطان محمد اصغر علیؒ کے تربیت یافتہ نوجوانوں سے ملتے ہیں تو اس حیرت و تعجب میں ہوتے ہیں کہ ایک یا دو یا چار دوست ایک گروپ میں نرم اور منکسر مزاج

[6](مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث:2304)

[7](سورۃ ق:16)

[8](مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق)

[9](صاحبزادہ سلطان احمد علی، ”انسانی درندگی کو کیسے روکا جائے“، ص:5)

ہو سکتے ہیں مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ سب کے سب نوجوان اتنے نرم اور شُستہ و شگفتہ مزاج ہیں؟ تو اس کی وجہ تصوف کا یہی ’’ڈاکٹرائن‘‘ ہے جو حضرت سلطان محمد اصغر علیؒ نے عملی تربیت سے نوجوانوں میں روحِ حیات کی طرح شامل کر دیا ہے کہ آدمی کو صرف خاک کا پُتلا ہی مت جانو بلکہ اس میں نُوری جوہر بھی ہے اسے مد نظر رکھ کر ہر انسان کی طرف دیکھو۔

اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے جماعت کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

’’وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ‘‘[10]

’’اور تم میں سے ایسے لوگوں کی ایک جماعت ضرور ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، اور وہی لوگ بامراد ہیں‘‘۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت اصلاحی جماعت کا قیام عمل میں لایا گیا ہے- اس کے مبلغین کی تربیت فرما کر میدانِ عمل میں اتارا گیا ہے جو لوگوں کو اللہ کی دعوت دیتے ہیں- اس جماعت کا کام گراس روٹ لیول سے شروع ہوتا ہے- ہر شعبہ زندگی کے لوگ اس کے مخاطب ہوتے ہیں- یہ لوگوں کی خوشی و غمی میں شریک ہوتے ہیں اور اللہ کی دعوت دیتے ہیں- اس جماعت کا کام سوشل میڈیا کے ذریعے بھی بہت تیزی سے ہو رہا ہے-

ہمارے معاشرے میں فرقہ واریت بہت زیادہ ہے فرقہ واریت کی وجہ سے کئی جھگڑے وقوع پذیر ہوتے ہیں- یہ جماعت فرقہ واریت سے پاک پیغام دیتی ہے اور قرآن پاک کے اس فرمان کے مطابق عمل پیرا ہے:

’’وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا‘‘[11]

’’اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا (فرقوں میں نہ بٹ جانا)‘‘۔

پاکستان کے ایک عام آدمی بالخصوص نوجوان نسل، جو اس کنفیوژن کا شکار تھی کہ کونسا مکتبہ فکر درست ہے اور کس مکتبہ فکر کی جانب جانا چاہیے، انہیں بھی اس جماعت نے روحانی، فکری، علمی، مذہبی اور فکری تحرک دے کر زندگی گزارنے کا ایک بہترین طریقہ اور صحیح توازن پر مبنی معاشرے کا تصور دے کر ان کے وجود سے شدت، تشدد، تعصب اور نفرت کو ختم کیا- یہ سب ثمرات ایک زندہ جاوید اور انتہائی باکمال صاحبِ نگاہ قیادت کے بغیر ممکن نہیں-[12]

اصلاحی جماعت ان اصولوں پر معاشرے میں کردار ادا کرنے کی سعی کر رہی ہے جو اصول مثالی معاشرے کے ہوتے ہیں جہاں فرد کی روحانی ترقی بھی ہو، اس کے پاس اپنی زندگی کا ایک مقصد ہو، فلسفہ حیات موجود ہو اور وہیں معاشرے کے پاس عالمگیر اصول بھی موجود ہوں جو اسی فلسفۂ حیات سے منسلک ہوں جن پر ایک فرد کی تعمیر ہو رہی ہو-

جیسا کہ حضرت علامہ محمد اقبال (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے چھٹے خطبے میں فرماتے ہیں:

"Humanity needs three things today...a spiritual interpretation of the universe, spiritual emancipation of the individual and basic principles of a universal import directing the evolution of human society on a spiritual basis".[13]

[10](آلِ عمران:104)

[11](آلِ عمران:103)

[12]صاحبزادہ سلطان احمد علی، ’’رنگِ ثباتِ دوام: جانشین سلطان الفقر ششم کا معیارِ قیادت اور نیاز مانہ‘‘- (ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل- اکتوبر 2016ء)

[13]The Reconstruction of religious thoughts in Islam, Chapter VI

انسانیت کو آج تین چیزوں کی ضرورت ہے:

1-کائنات کی روحانی تعبیر

2-فرد کا روحانی استخلاص

3- ایسے عالمگیر نوعیت کے بنیادی اُصول جو روحانی بنیادوں پر انسانی سماج کی نشوو نما میں رہنما ہوں-

اصلاحی جماعت جہاں ایک جانب فرد کے روحانی ترقی پر بنیاد کرتی ہے تو وہیں فرد کو معاشرے میں اپنے کردار سے بخوبی آگاہ کرتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ معاشرے کی تعمیر کیلئے رہنما اصول وضع کرتی ہے-بانیٔ اصلاحی جماعت نے اس تحریک کی صورت میں ایسی عملی مثال پیش کی ہے کہ دنیاوی علوم اور ادارہ جات چلانے کیلئے ضروری تجربہ و فہم سے بظاہر ناآشنالوگوں نے اس تحریک کے نظم وضبط اور فعال کردار کے لئے وہ کارنامے سر انجام دیئے ہیں جو شاید ڈگری والے اور تجربہ کار لوگ بھی نہ کر سکیں-اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ لوگ ایسے محور سے منسلک ہو گئے جس سے انہیں اپنی ذاتی حیثیت اور معاشرتی و تنظیمی حیثیت میں رہنما اصول فراہم ہوئے-[14]

اللہ پاک نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

"قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَکّٰی"[15]

"بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا"-

جب انسان کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو انسان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو جاتی ہے اور انسان نفس کی آفتوں اور گناہ کی آلودگیوں سے پاک ہو جاتا ہے، انسان کے وجود سے تکبر، غرور، انا، حرص، ہوس، بغض، کینہ وغیرہ ختم ہو جاتا ہے-تزکیہ، تصور اسم اللہ ذات اور فقیر کامل کی نگاہ سے نصیب ہوتا ہے-اصلاحی جماعت کے افراد حضرت سخی سلطان باھوؒ کے اس پنجابی ابیات کا عکس نظر آتے ہیں-

جیوندیاں مر رہناں ہووے تاں ویس فقیراں بہیے ھو
جے کوئی سٹے گودڑ کوڑا وانگ اروڑی سہیے ھو
جے کوئی کڈھے گاہلاں مہنے اُس نوں جی جی کہیے ھو
گلا اُلاہماں بھنڈی خواری یار دے پاروں سہیے ھو
قادر دے ہتھ ڈور اساڈی حضرت باھوؒ جیوں رکھے تیوں رہیے ھو

حضرت سلطان باھوؒ نے اس بیت میں معاشرے کے حوالے سے اصول بیان فرمائے ہیں کہ اگر آپ اپنی نفسانی خواہشات کی نفی چاہتے ہیں تو فقراء کی صحبت اختیار کریں-اگر آپ پر کوئی کوڑا کرکٹ بھی پھینکے تو اس پر صبر اختیار کریں-اگر کوئی گالی گلوچ بھی کرے تو اس کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے اس کو جی جی کہیں-گلہ، طعنہ، بدنامی اور خواری سب خوشنودیٔ محبوب حقیقی کے لیے سہنا چاہیئے-انسان کی باگ ڈور مالک مطلق کے دستِ قدرت میں ہے اس کی رضا پہ راضی رہنا چاہیئے-

اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کی تنظیمی باڈی اور کسی بھی سطح کا کارکن اپنی انفرادی حیثیت میں برابر حیثیت رکھتا ہے اور فقط تنظیمی ڈھانچہ کے مطابق اپنے فرائض سر انجام دیتا ہے-ایثار و قربانی کے جذبہ سے سرشار یہ جانثار اپنی زندگی انسانیت کی بھلائی اور عالمگیر امن کے پیغام کو گھر گھر تک پہنچانے کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں اور اسی بنیادی رشتہ پر ایسا مثالی نوعیت کا تنظیمی ماحول مرتب ہوا جس نے کارکنوں کے مابین ایک دوسرے سے خونی رشتوں سے بھی بڑھ کر محبت پیدا کی-بے سروسامانی کے عالم میں بھی ان مبلغین نے

[14] عثمان حسن، "ورک پلیس سپر چوئیلٹی اور بانیٔ اصلاحی جماعت کا اسلوبِ تربیت" (ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹر نیشنل-اکتوبر 2017)

[15] (الاعلیٰ:14)

قرآن و سنت کے پیغام کو ملک کے طول و عرض میں انتہائی منظم انداز میں پہنچایا ہے-[16]

اصلاحی جماعت کے صدور و عہدیدار اپنے کارکنان، حلقہ احباب اور عام عوام سے مسلسل رابطے میں رہتے ہیں- ان کے سوالات اور مسائل کو سنا جاتا ہے اور ان مسائل و سوالات کو مد نظر رکھتے ہوئے پالیسی ترتیب دی جاتی ہے-

اصلاحی جماعت کے دور جدید میں عوامی روابط کے لئے سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارمز مثلاً فیس بک، ٹویٹر، انسٹاگرام، یوٹیوب پر اکاونٹ موجود ہیں جن پر روزانہ کی بنیاد پر عوام کی اصلاح اور آگاہی کے حوالے سے پوسٹس ہوتی ہیں جن سے لوگ استفادہ کرتے ہیں- سبھی پیغامات مستند حوالوں پہ مبنی، تربیتی نقطہ نظر سے بنائے جاتے ہیں جن میں کسی قسم کی منافرت، انتہا پسندی اور تعصب نہیں ہوتا-

اصلاحی جماعت کے زیر اہتمام ملک بھر میں ضلعی سطح پہ اکثر عوامی اجتماعات اور تربیتی نشستیں ہوتی ہیں-مرکزی قیادت کے بھی مختلف اضلاع میں وقتاً فوقتاً روحانی و تربیتی دورے ہوتے ہیں- کانفرنسز، محفل میلاد شریف کے پروگرام اور تربیتی پروگرامز منعقد کئے جاتے ہیں-ہر سال ہر ضلع میں مرکزی دورہ ہوتا ہے-ہر ضلع میں ”میلادِ مصطفٰے و حق باھو کانفرنس“ کے عنوان سے پروگرام منعقد ہوتے ہیں جن میں سرپرست اعلیٰ اصلاحی جماعت جانشین سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد علی صدارت فرماتے ہیں اور مرکزی سیکرٹری جنرل اصلاحی جماعت صاحبزادہ سلطان احمد علی روح پرور خطاب فرماتے ہیں-ان پروگرامز میں لاکھوں افراد شریک ہوتے ہیں- یہ دورہ تقریباً 3 ماہ جاری رہتا ہے ہر روز ایک ضلع میں پروگرام ہوتا ہے-

بانیٔ اصلاحی جماعت سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی (قدس سرہ العزیز) نے جس انداز میں روحانیتِ قرآن کو منکشف فرمایا، عام لوگوں کی کشادگی اور شرحِ صدر فرمائی ان پہ علمِ دین کو منکشف فرمایا، تصور اسمِ اللہ ذات کی دعوت دی، جس طرح خود آپ نے اپنی زندگی کے نمونہ عمل کو پیش کیا، آج اسی طرح آپ کے جانشین صاحبزادہ سلطان محمد علی صاحب شب و روز کاوشیں فرما رہے ہیں-اپنے والد

گرامی و مرشد گرامی کی طرح آپ بھی تعلیم و تربیت پہ بہت توجہ دیتے ہیں- ملک بھر سے لاکھوں نوجوان آپ کی تربیت سے ادب و اخلاق، نرمی و شگفتگی، عاجزی و مروت اور اخلاص و ایمانداری کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں- چاہے روحانی تربیت کی بات ہو، تلقین کی بات ہو، زندگی میں اطمینان کی بات ہو، تزکیہ نفس کی بات ہو یا تصفیہ قلب کی- آپ کی ایک نگاہ آج بھی دلوں کی زندگیوں کو اور انسان کی سوچ کے دھارے کو تبدیل کر دیتی ہے-[17] اس جماعت کو ثباتِ دوام اس لیے بھی نصیب ہے کہ اس کے بانی مردِ خود آگاہ ہیں اور آج بھی اس کی باگ ڈور ایک مردِ خود آگاہ کے ہاتھ میں ہے جو ظاہر و باطن کا بہترین امتزاج ہیں جو اس جماعت کو احسن انداز میں چلا رہے ہیں-بقول علامہ اقبال:

> ہے مگر اس نقش میں رنگِ ثباتِ دوام
> جس کو کیا ہو کسی مردِ خدا نے تمام
> مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
> عشق ہے اصلِ حیات، موت ہے اس پر حرام

اللہ تعالیٰ اس تحریک کا حامی و ناصر ہو اور اسے اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے- آمین ثم آمین!

☆☆☆

[16] ایضاً

[17] صاحبزادہ سلطان احمد علی- مضمون: ”رنگِ ثباتِ دوام: جانشین سلطان الفقر ششم کا معیارِ قیادت اور نیا زمانہ“-(ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل-اکتوبر 2016)

سُلطان الفقرؒ کی تعلیمات

عظمت انسان کا تعارف

مفتی محمد شیر القادری

حضور نبی کریم رؤوف رحیم خاتم النبیین رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت مبارکہ سے قبل عالم دنیا بالعموم اور عرب معاشرہ بالخصوص اپنے اخلاقی، سماجی، ثقافتی اور تہذیبی اعتبار سے گر چکا تھا، ہر قسمی فتنہ و شر انگیزی، فساد پروری اور خون ریزی جیسے جرائم اُن کی گھٹی میں شامل ہو چکے تھے، جاہلانہ رسم و رواج، ظلم و زیادتی، تخریب کاری، خود ساختہ اور من پسند خرافات گویا کہ نقائص و عیوب اس معاشرے کی عادت بن چکے تھے- بے حیائی اور نسلی تفاخر جیسے موذی امراض روز بروز پروان چڑھ رہے تھے گویا کہ پورا معاشرہ طبقاتی کشمکش کی چکی میں پسا جارہا تھا- بت پرستی کا یہ عالم تھا کہ ذہنی تسکین کے لئے الگ الگ خدا بنا رکھے تھے اور بڑھتی ہوئی آبادی کے لحاظ سے دن بدن نئے خدا وجود میں آرہے تھے اور اِسی تسلسل سے روز بروز انسانیت کا دم گھٹتا جارہا تھا- امیر و غریب کی تفریق اور ذوات کی درجہ بندی سے انسانیت کی تذلیل میں اضافہ ہوتا جارہا تھا- عورت کے وجود کو سوائے تلذذ کے کوئی آدمی تسلیم کرنے کو تیار نہ تھا- بلکہ مضر، خزاعہ اور تمیم کے قبائل کے ہاں تو خاص کر بیٹیوں کو زندہ در گور کرنے کا رواج عام ہو چکا تھا- اِس صنفِ نازک کے ساتھ اِس طرح کا ظالمانہ برتاؤ روا رکھنا ایک معمول کی بات تھی اور کوئی اِن کی چیخوں پر توجہ نہ دیتا اور آخر کار وہ سسکیاں لے لے کر اپنی جان، جان آفرین کے حوالے کر دیتی- گو کہ اِن برائیوں کے باوجود اہلِ عرب میں کچھ خوبیاں بھی تھیں، جیسا کہ مہمان نوازی اور وعدے کی پاسداری وغیرہ لیکن اُن کی فتنہ و شر پسندی، قتل و غارت، اُن کے ہاتھوں سے تذلیل ہونے والی انسانیت اور اُن کے فکری اور نظری زوال و انحطاط نے اُن کی سب خوبیوں پر پردے ڈال رکھے تھے- قرآن کریم نے عرب معاشرے کی اِس صورتحال کو اِن الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

”وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ○ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ“[1]

”اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصّہ کھاتا ہے- لوگوں سے چُھپتا پھرتا ہے اس بشارت کی برائی کے سبب کیا اسے ذلّت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا، ارے، بہت ہی برا حکم لگاتے ہیں“-

اِس بات پر تاریخ شاہد ہے کہ اُس دور میں عورت اور غلام کتنے کمزور، مظلوم اور ستم رسیدہ تھے، اگر اِن کے ساتھ کیے جانے والے ناروا سلوک اور مظالم کو گننا شروع کریں تو انسانیت شرم سے پانی پانی ہو جائے، لیکن قربان جائیں آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات بابرکات پر جو پوری انسانیت کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے اور ایک ایسا واضح اور روشن دین لے کر آئے جس نے اِن کے حقوق کا باقاعدہ میثاق جاری کر دیا- جن کی تعلیمات نے دنیا کے سامنے غلاموں کو آقاؤں کے مرتبہ پر فائز کیا- آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صنفِ نازک کے احساسات اور صنفی نزاکتوں اور اِس کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی باقائدہ تعلیم و تلقین فرمائی اور خاص کر والدین کے

[1](النحل:58-59)

دل و دماغ میں بچیوں کیلئے محبت، پیار، الفت، ہمدردی، احساسِ پروری، شفقت اور فدائیت کے جذبات کی تخم ریزی کرتے ہوئے، ارشاد فرمایا:

”مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ“[2]

”جس شخص نے دو لڑکیوں کی بلوغت تک پرورش کی، قیامت کے دن مَیں اور وہ اس طرح آئیں گے، آپ (ﷺ) نے اپنی انگلیوں کو ملا کر دکھایا“-

رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

”مَنِ ابْتُلِيَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ، فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ“[3]

”جس شخص پر ان بیٹیوں کا بار پڑ جائے اور وہ اُن کے ساتھ حسن سلوک کرے تو وہ اُس کیلئے جہنم سے حجاب ہو جاتی ہیں“-

مزید نفسِ انسانیت کے مقام و مرتبہ کی قدر دانی کا اندازہ اس ارشاد باری تعالیٰ سے لگائیں:

”مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ط وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ط“[4]

”جس نے کوئی جان قتل کی، بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کے، تو گویا اُس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جِلا لیا، اُس نے گویا سب لوگوں کو جِلا لیا“-

اس آیت کریمہ میں انسانی جان کی حرمت، عزت اور اہمیت کو بیان کیا گیا ہے اور اس میں مرد و عورت، چھوٹا و بڑا، امیر و غریب اور مسلمان و کافر کسی ایک کی بھی تخصیص نہیں کی گئی- بلکہ ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے اور ایک انسان کی جان بچانے کو پوری انسانیت کو زندہ کرنا قرار دیا گیا ہے-

”صحیح بخاری“ اور ”صحیح مسلم“ میں ہے کہ:

”ایک دیہاتی نے مسجد نبوی (ﷺ) میں آکر پیشاب کر دیا صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) میں سے بعض (اُس کو منع کرنے کیلئے) اُٹھے تو رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا کہ اِس کو پیشاب کرنے سے مت روکو اور جب وہ دیہاتی پیشاب کر چکا تو آقا کریم (ﷺ) نے پانی کا ڈول منگوایا اور (صاف کرنے کی غرض سے) اُس پر بہا دیا“-[5]

محدث شہیر علامہ غلام رسول سعیدی (رحمۃ اللہ علیہ) ”شرح صحیح بخاری“ میں لکھتے ہیں کہ:

”حضور نبی کریم (ﷺ) نے صحابہ کو منع کیا کہ اِس کے پیشاب کو منقطع مت کرو، کیونکہ مسجد میں پیشاب کرنا بھی ایک بُرا کام ہے اور اِس کا پیشاب منقطع کر دینے سے جو اِس کو مرض پیدا ہوتا اور اِس کو ضرر ہوتا، وہ اِس سے بھی زیادہ بُرا کام تھا تو آپ (ﷺ) نے زیادہ برائی سے بچنے کے لئے کم برائی کو برداشت کرنے کا حکم دیا اور مسجد کو گندگی سے بچانا بھی ایک نیکی ہے اور اِس اعرابی کو مَرض اور ضَرر سے بچانا اِس سے بڑی نیکی ہے اس لئے آپ (ﷺ) نے چھوٹی نیکی کے مقابلہ میں بڑی نیکی کے حصول کا حکم دیا جب کہ مسجد کی صفائی تو بعد میں پانی بہا کر بھی حاصل ہو سکتی تھی“-[6]

مطلب یہ ہے کہ اگر زبردستی اس کا پیشاب روک دیا جاتا تو اس کے بیمار ہونے کا خطرہ تھا تو ایک طرف انسانی تکلیف تھی اور دوسری طرف مسجد کا تقدس تھا تو حضور نبی کریم (ﷺ) نے مسجد کے تقدس پر انسانی تکلیف پیدا نہ ہونے کو

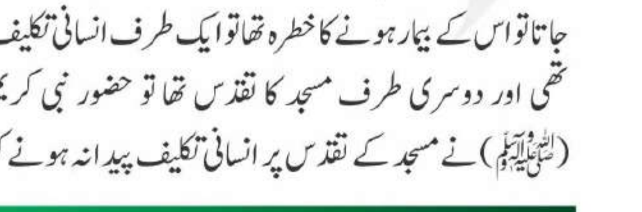

---

[2] (صحیح مسلم، کتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَابُ فَضْلِ الْإِحْسَانِ إِلَى الْبَنَاتِ

[3] صحیح مسلم، کتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَابُ فَضْلِ الْإِحْسَانِ إِلَى الْبَنَاتِ

[4] المائدہ: 32

[5] صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب صب الماء علی البول فی المسجد

صحیح مسلم: کتاب الطہارت، باب وجوب غسل البول

[6] نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد 1، ص: 662، فرید بک سٹال اردو بازار لاہور، پاکستان

ترجیح دی ہے اور فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ انسانی جان بچانے کیلئے نماز کو توڑ دینا واجب ہے۔[7]

’’سنن ابن ماجہ‘‘ کی روایت ملاحظہ فرمائیں، جس میں مؤمن کے شرف کو بیان کیا گیا ہے:

’’حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو دیکھا کہ آپ (ﷺ) خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں (اے خانہ کعبہ!) تو کتنا پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کتنی اچھی ہے تو کتنا عظیم ہے اور تیری حرمت کتنی پاکیزہ ہے، (پھر فرمایا)

’’وَ الَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ حُرْمَةً مِّنْكَ‘‘[8]

اور اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ اللہ کے ہاں مومن کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے‘‘۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ اور فرامین رسول (ﷺ) سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی جان کی کتنی اہمیت ہے اور کس انداز سے اس کی قدر کرنا سکھائی گئی ہے۔ لیکن آج جب ہم معاشرے کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو ایسے لگتا ہے کہ جیسے جہالت قدیمہ پلٹ کر آگئی ہو، اُسی طرح انسانیت کی تذلیل کی جا رہی ہے، کہیں ذوات کی درجہ بندی سے، کہیں امیر و غریب کی تفریق سے، کہیں معصوم بچیوں کے گلے دبا دیے جانے سے، تو کہیں اِس بات پر خاتون کو طلاق دی جا رہی ہے کہ یہ بچیاں پیدا کرتی ہے اور کہیں ’الٹرا ساؤنڈ‘ کی خبر سے اِس لئے اسقاطِ حمل (abortion) کروایا جا رہا ہے کہ پیدا ہونے والی بچی ہے العیاذ باللہ، استغفر اللہ - آج اُسی طرح خون ریزی، ظلم و زیادتی، اخلاقی پستی، ایک دوسرے پر نسلی تفاخر کی برتری اور اِسی قسم کے دیگر کئی ناسور اسلامی معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کئے جا رہے ہیں - ان سارے جرائم کی اصل وجہ یہ ہے کہ انسان مقام انسان سے بے خبر ہے جس کی وجہ سے اس کی بے قدری ہو رہی ہے اور پورے معاشرے میں سب سے زیادہ اِسی کا خون سستا ہے اور آقا کریم (ﷺ) کی سنت عظیم یہ ہے کہ لوگوں میں احترام انسانیت کو عام کیا جائے، ایک دوسرے کی عزتِ نفس کا خیال رکھا جائے۔

بانیٔ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین سلطان الفقر

حضرت سلطان محمد اصغر علی (قدس سرہ العزیز) نے آقا کریم (ﷺ) کی سنت مبارکہ پہ عمل پیرا ہوتے ہوئے احترامِ انسانیت کو تحریکی بنیادوں پر معاشرے میں اجاگر کروایا- معرفت اور قربِ الٰہی کے حصول کی تحریک من وجھہٖ مقام و عظمتِ انسان کو اجاگر کرنا ہے- آپؒ اپنے متعلقین اور معتقدین کو اکثر فرمایا کرتے کہ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اپنے عقائد و نظریات سے اختلاف رکھنے والے آدمی کو کچھ بھی نام دے دیں، یہ آپ مرضی ہے، لیکن اُسے انسانیت کے دائرے سے ہر گز نہیں نکال سکتے، تو کیا بحیثیت انسان ایک دوسرے پر حقوق نہیں ہیں؟ اگر آپ اُسے فقط انسان ہی شمار کر لیں، اُسے معاشرے کا فرد ہی سمجھ لیں اور اُسے معاشرہ میں جینے کا حق بھی دے دیں تو آپ کی یہ وسعتِ ظرفی امن و سلامتی پیدا کر سکتی ہے اور آپ کا یہ طرز عمل اُسے تمہارے نظریات کے قریب لا سکتا ہے اور پورا معاشرہ ایک بار پھر قتل و غارت کی لہر سے خلاصی پا سکتا ہے-

آپؒ نباضِ قوم کی حیثیت سے اِس بات کا اچھی طرح ادراک رکھتے تھے کہ معاشرے میں احترام انسانیت کے مفقود ہو جانے کی اصل وجہ کیا ہے؟ فرماتے، وجہ یہ ہے کہ لوگ خود سے نا آشنا ہیں، اپنے آپ سے غافل ہیں، انہیں خبر نہیں ہے کہ انسان کیا ہے؟ اِس کی عظمت کیا ہے؟ اِس کا مقام

[7] مراقی الفلاح، جلد:4، ص:161، فصل فیما یوجب قطع الصلوۃ

[8] سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، الناشر: دار إحياء الكتب العربية

ومرتبہ کیا ہے؟ اِس کا شرف کس وجہ سے ہے؟ اِس کی تکریم کی اصل وجہ کیا ہے؟

آپؒ اِس بات کا بھی ادراک رکھتے تھے کہ معاشرے میں پھیلتی ہوئی بد امنی، نا انصافی اور انسانی بے حرمتی کے تدارک کا واحد حل کیا ہے؟ فرماتے، حل یہ ہے کہ لوگوں کو مقامِ انسان سے متعارف کروایا جائے- تاکہ وہ جان لیں کہ یہ کس مکیں کا مکان ہے؟ یہ کس ذات کی جلوہ گاہ ہے؟ اور یہ حقیقت ہے کہ مکان کا شرف اُس کے مکیں کی وجہ سے ہوتا ہے - اس لئے انسان کے ازلی اور باطنی شرف کو سمجھنا بہت ضروری ہے - کیا انسان کی عظمت اور شرف کو سمجھنے کیلئے یہ کافی نہیں ہے کہ ایک تو اُسے خلیفۃ اللہ اور مسجودِ ملائک ہونے کا اعزاز حاصل ہے اور دوسرا یہ خود (انسان) اِس جہان میں اللہ تعالیٰ کی معرفت و پہچان کا ایک عظیم ذریعہ ہے-

صوفیاء کرام اور علماء ربانیین کے ہاں تو ’’من عرف نفسه فقد عرف ربه‘‘ کے الفاظ مبارک حصولِ معرفتِ الٰہی کیلئے نصاب کی حیثیت رکھتے ہیں، جس میں یہ بتایا جارہا ہے کہ در حقیقت اللہ تعالیٰ کی معرفت و پہچان کا راز انسان کی معرفت و پہچان میں رکھ دیا گیا ہے - اللہ تعالیٰ نے ’’وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ‘‘ فرماکر اولادِ آدم کو اولادِ آدم کے شرف اور عزت و تکریم سے آگاہ فرمایا-

حضرت شیخ عارف باللہ ابی محمد صدر الدین روز بہان بن ابی نصر البقلی الشیرازی (المتوفی:606ھ) تفسیر ’’عرائس البیان‘‘ میں ’’وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ‘‘ کے تحت لکھتے ہیں:

’’وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ بِالتَّقْرِیْبِ وَ مَعْرِفَةِ التَّوْحِیْدِ‘‘[10]

’’اور تحقیق ہم نے اولادِ آدم کو قرب اور توحید کی معرفت کے ساتھ اکرام بخشا‘‘-

نُور الدین علی بن سلطان الملا علی القاری الھروی الحنفی (المتوفی: 1014ھ) اپنی تفسیر ’’الملا علی القاری‘‘، میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

’’وَمِنْ ذٰلِكَ اَنَّهٗ زَيَّنَ ظَاهِرَ هُمْ بِتُوْفِيْقِ الْمُجَاهِدَةِ وَحَسَّنَ بَاطِنَهُمْ بِتَحْقِيْقِ الْمُشَاهِدَةِ‘‘[11]

’’اور اِس یعنی انسان کی (تکریم) کی وجہ یہ ہے کہ اُس (ذاتِ باری تعالیٰ) نے اِن کے ظاہر کو مجاہدہ کی توفیق سے مزین کیا اور اِن کے باطن کو مشاہدہ کی تحقیق سے خوبصورت بنایا ہے‘‘-

مطلب یہ کہ انسان کی تخلیق ہی اِس انداز سے کی گئی ہے کہ اس میں معرفت، قرب اور مشاہدہ کی صلاحیت رکھی گئی ہے اور اس کو عزت و تکریم بھی اسی وجہ سے عطا کی گئی ہے- جیسا کہ امام بیضاوی نے ’’تفسیر أنوار التنزیل و أسرار التأویل‘‘ میں لکھا ہے:

’’فَاِنَّ شَرَفَ الْاِنْسَانِ وَ كَرَامَتَهٗ بِالْمَعْرِفَةِ وَ الطَّاعَةِ‘‘[12]

’’پس بیشک انسان کا شرف اور اُس کی کرامت (اللہ تعالیٰ کی) معرفت اور اطاعت کی وجہ سے ہے‘‘-

امام المتکلمین و المفسرین امام فخر الدین رازی حدیث قدسی نقل کرنے کے بعد اِس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

’’كُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَ بَصَرًا وَ لِسَانًا وَ قَلْبًا وَ يَدًا وَ رِجْلًا بِيْ يَسْمَعُ وَبِيْ يُبْصِرُ وَبِيْ يَنْطِقُ وَبِيْ يَمْشِيْ وَ هٰذَا الْخَبَرُ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهٗ لَمْ يَبْقَ فِيْ سَمْعِهِمْ نَصِيْبٌ لِغَيْرِ اللهِ وَ لَا فِيْ بَصَرِهِمْ وَ لَا فِيْ سَائِرِ أَعْضَائِهِمْ إِذْ لَوْ بَقِيَ هُنَاكَ نَصِيْبٌ لِغَيْرِ اللهِ لَمَا قَالَ أَنَا سَمْعُهٗ وَبَصَرُهٗ‘‘[13]

---

[9] الاسراء:70

[10] تفسیر عرائس البیان فی حقائقِ القران، جلد:2، ص:371، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

[11] تفسیر الملا علی القاری المسمی انوار القرآن واسرار الفرقان، جلد:3، ص:155-156، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

[12] تفسیر أنوار التنزیل وأسرار التأویل للبیضاوي جز:4، ص:132، :دار إحیاء التراث العربي - بیروت

[13] مفاتیح الغیب، جز21، ص435، للامام رازی، دار إحیاء التراث العربي، بیروت

”مَیں اُس کے لیے سماعت، بصارت، زبان، دل، ہاتھ اور پاؤں ہو جاتا ہوں، اور وہ مجھ سے سنتا ہے، اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے، اور وہ مجھ سے بولتا ہے اور وہ مجھ سے چلتا ہے-یہ حدیث پاک اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اُن کے کانوں اور اُن کی آنکھوں اور اُن کے دیگر اعضاء میں غیر اللہ کا حصہ ہی باقی نہیں رہ گیا- اگر یہاں اللہ تعالیٰ کے غیر کیلئے کوئی حصہ باقی رہا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی یہ نہ فرماتا کہ میں اُس کی سماعت اور بصارت ہوں“-

پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبین اور مقربین کو اپنے اسماء و صفات اور انوار سے متصف فرماتا ہے-اس لئے اُن کے وجود میں غیر نہیں رہتا بلکہ اُن کا وجود مقدس اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کی جلوہ گاہ بن جاتا ہے- اس لئے اُن کے قرب میں بیٹھنا گویا کہ انوارِ الٰہی کے قرب میں بیٹھنا ہے- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”صِبْغَةَ اللّٰهِۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً٘ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ“[14]

”(کہہ دو ہم) اللہ کے رنگ (میں رنگے گئے ہیں) اور کس کا رنگ اللہ کے رنگ سے بہتر ہے اور ہم تو اسی کے عبادت گزار ہیں“-

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام کے مختلف اقوال ہیں کہ اللہ کے رنگ سے مراد کیا ہے؟

”اِس سے مراد اللہ کا دین، اللہ کی فطرت، اللہ کی سنت، اللہ کی حجت اور فطرتِ اسلام ہے“-[15]

علامہ شیخ احمد بن محمد الصاوی المصری المالکی (المتوفی: 1241ھ) ”حاشیۃ الصّاوی علی تفسیر الجلالین“ میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”والمراد من الصبغة الأنوار الكائنة في القلب والأعضاء“[16]

”اور صبغۃ سے مراد دل اور اعضاء میں موجود انوار ہیں“-

حضرت شیخ عارف باللہ ابی محمد صدر الدین روز بہان بن ابی نصر البقلی الشیرازی (المتوفی:606ھ) تفسیر ”عرائس البیان“ میں صِبْغَۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”صبغة الخاصية التى خلق آدم على تلك الصفة“

”صبغہ وہ خاصیت ہے جس صفت پر اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا“-

وقال صدر الصوفية، ورئيس البريّة (ﷺ): خَلق الله آدم (علیہ السلام) على صورته، وهذا صبغ الظاهر الذى ألبسه صورة آدم، وأما صبغ الباطن هو الذى كسا الله تعالى قلب آدم، ولهذا سجدت الملائكة بين يديه، وأورث الله تلك الصفتين اللتين خصّ بها، آدم أرواح ذريته من الأنبياء والأولياء[17]

”تمام صوفیا کے سرخیل اور ساری مخلوقات کے سردار (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا؛ اور یہ وہ

[14] البقرہ:138

[15] تفسير مجاهد، ج:1، ص:214، لأبو الحجاج مجاهد بن جبر التابعي المكي المخزومي (المتوفى:104ھ): دار الفكر الإسلامي الحديثة، مصر
تفسير عبد الرزاق، ج:1، ص:294، لأبو بكر عبد الرزاق بن همام اليماني الصنعاني (المتوفى:211ھ): دار الكتب العلمية
تفسير جامع البيان، ج:2، ص:606، لامام ابن جرير أبو جعفر الطبري (المتوفى:310ھ) الناشر: دار هجر مفاتيح الغيب،
تاویلات اهل السنة، تفسير الماتريدى، ج:1، ص:578-579، لامام ابی منصور محمد بن محمد الماتريدى (المتوفى:333ھ) دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان
تفسير مفاتيح الغيب، ج:4، ص:75، لامام فخر الدين الرازي (المتوفى:606ھ) الناشر: دار إحياء التراث العربي–بيروت

[16] حاشیۃ الصّاوی علی تفسیر الجلالین، ج:1، ص:84، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

[17] تفسير عرائس البيان، جلد:1، ص:63، دار الكتب العلمیہ، بيروت، لبنان

صبغۃ الظاہر ہے جو اُس نے حضرت آدم (علیہ السلام) کی صورت کو عطا فرمایا اور بہر حال صبغۃ الباطن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کے قلب کو پہنایا، اس لیے ملائکہ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کیا اور اللہ عزوجل نے اِن دو صفات (یعنی صبغۃ الظاہر اور صبغۃ الباطن) کے ساتھ آدم (علیہ السلام) کو خاص فرمایا (اور اللہ عزوجل نے ان دو صفات کا) حضرت آدم (علیہ السلام) کی اولاد میں سے انبیاء اور اولیاء کی ارواح کو بھی وارث بنایا"۔

علامہ ابی العباس احمد ابن عجیبہ الحسنی (المتوفی:1224ھ) "تفسیر بحر المدید" میں علامہ ور تجبی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقال الورتجبی: صبغة الله: صفته الخاصة التی خلق آدم علیها، وأورثت ذلك فی أرواح ذریته من الأنبیاء والأولیاء"[18]

"اور ور تجبی نے کہا کہ صبغۃ اللہ (اللہ تعالیٰ کا رنگ) یہ ایک ایسی خاص صفت ہے جس پر حضرت آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا گیا- پھر یہ (صفت خاصہ) حضرت آدم (علیہ السلام) کی اولاد میں سے انبیاء اور اولیاء کی ارواح میں وراثتاً رکھ دی گئی"۔

مطلب یہ ہوا کہ آدمی جتنا زیادہ شریعتِ مطہرہ پر عمل کرتا چلا جائے گا اور جیسے جیسے اِس میں پاکیزگی بڑھتی چلی جائے گی، اُسی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے قریب اور اُس کی صفات سے متصف ہوتا چلا جائے گا کیونکہ صفات سے متصف ہونے کی صلاحیت اس میں رکھ دی گئی ہے- جیسا کہ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ "جَوَاہِرُ الْبِحَارِ فی فضائل النبی المختار (ﷺ)" میں لکھتے ہیں:

"فَالْاَنْبِیَاءُ وَالْاَوْلِیَاءُ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَیْهِمْ مَظَاهِرُ الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ وَمُحَمَّدٌ (ﷺ) مَظْهَرُ الذَّاتِ"[19]

"تمام انبیاء (علیہم السلام) اور اولیائے کرام اللہ پاک کی صفات اور اسماء کے مظہر ہیں جبکہ محمد عربی (ﷺ) اللہ پاک کی ذات کے مظہر ہیں"-

عارف باللہ شیخ روز بہان بقلی شیرازی (المتوفی:606ھ) "تفسیر عرائس البیان" میں حضور نبی کریم (ﷺ) کی شان میں لکھتے ہیں:

"جعل نبیه (ﷺ) مرآةً لظهور ذاته وصفاته"

"اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کو اپنی ذات اور صفات کے ظہور کا آئینہ بنایا"-

مفتیٔ بغداد سید محمود احمد آلوسی (المتوفیٰ:1270ھ) "تفسیر روح المعانی" میں لکھتے ہیں:

"إذ هو (ﷺ) مرآة الحق یتجلى منه على المؤمنین ولو تجلى لهم صرفا لا حترقوا بأول سطوات عظمته"[20]

"یاد رکھو! رسول اللہ (ﷺ) حق کا آئینہ ہیں جس سے اللہ تعالیٰ مومنین پر تجلی فرماتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ (حق کے آئینہ) کے واسطے کے بغیر تجلی فرماتا تو وہ تمام پہلے لمحہ میں ہی اللہ تعالیٰ کی عظمت کے جلال کی وجہ سے جل جاتے"-

شیخ روز بہان بقلی شیرازی (المتوفی:606ھ) "تفسیر عرائس البیان" میں لکھتے ہیں:

"كَانَ النَّبِیُّ (ﷺ) مِرْآةَ الْحَقِّ یَتَجَلّٰى بِجَلَالِهٖ وَ جَمَالِهٖ لِلْاُمَنَاءِ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ مِنْهُ یَرَوْنَ اللهَ بِرُؤْیَتِهٖ بقوله (علیه السلام) من رانی فقد رای الحق"

"حضور نبی کریم (ﷺ) حق کا آئینہ ہیں جس میں اللہ پاک امینوں اور صدیقوں کے لیے اپنے جلال اور جمال کے ساتھ جلوہ فرماتا ہے اور وہ حضور نبی پاک (ﷺ) کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کا درشن کر لیتے ہیں کیونکہ آپ (ﷺ) نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا پس تحقیق اُس نے حق کو دیکھا"-

---

[18] تفسیر بحر المدید، ج:1، ص:146، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

[19] جَوَاہِرُ الْبِحَار فی فضائل النبی المختار (ﷺ)، جلد:4، ص:264، دار لکتب العلمیه

[20] تفسیر روح المعانی، جز:2، ص:342، للآلوسی (المتوفی:1270ھ) دار الکتب العلمیة، بیروت

علامہ اِسماعیل حقی البرصوی بن مصطفیٰ الحنفی (المتوفی: 1127ھ) ’’تفسیر روح البیان‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’من أرادرؤية جماله فلينظر فی قلوب أوليائه فان قلوبهم مظاهر ومرايا لجماله‘‘[21]

’’جس نے اللہ عزوجل کے جمال کو دیکھنا ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ اُس کے اولیاء کے دلوں میں جھانک لے کیونکہ اُن کے دل اُس کے جمال کے مظہر اور آئینہ ہیں‘‘۔

عارف باللہ شیخ روزبہان بقلی شیرازی (المتوفی: 606ھ) ’’تفسیر عرائس البیان‘‘ میں شان اولیاء کو بیان کرتے ہوئے ’’صم بکم عمی‘‘ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

’’عمی عن رؤية انوار جمال الحق فی سيمآء اوليائه‘‘[22]

یعنی اندھے وہ لوگ ہیں جو اولیاء اللہ کی پیشانی میں حق تعالیٰ کے جمال کے انوار نہیں دیکھتے‘‘۔

محبوب سبحانی، قطب ربانی شہباز لا مکانی، محی الدین غوث الاعظم الحسنی الحسینی (قدس اللہ سرّہٗ) ’’رسالہ غوثیہ‘‘ میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے الہامًا مجھ سے کلام فرمایا:

’’مَاظَهَرْتُ فِیْ شَیْءٍ كَظُهُوْرِیْ فِی الْاِنْسَانِ‘‘

’’مَیں کسی شے میں ایسا ظاہر نہیں ہوا جیسا کہ انسان میں‘‘۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان قادری (رحمۃ اللہ علیہ) ’’فتاویٰ رضویہ‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’حضرت سیدنا بایزید بسطامی اور ان کے امثال و نظائر (رضی اللہ عنہم) وقتِ ورود تجلی خاص شجرہ موسیٰ ہوتے ہیں، سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو درخت میں سے سنائی دیا: ’’يٰمُوْسٰٓى اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ‘‘

’’اے موسیٰ! بے شک میں اللہ ہوں رب سارے جہاں کا‘‘۔

کیا یہ پیڑ نے کہا تھا؟ حاشا للہ بلکہ واحد قہار نے، جس نے درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی، کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں؟ نہیں نہیں وہ ضرور تجلی ربانی تھی کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا، جیسے درخت سے سنا گیا، اور متکلم اللہ عزوجل تھا، اُسی نے وہاں فرمایا:

’’يٰمُوْسٰٓى اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ‘‘

’’اے موسیٰ! بے شک میں اللہ ہوں رب سارے جہاں کا‘‘۔

اُسی نے یہاں بھی فرمایا: ’’سبحانی ما اعظم شانی‘‘

’’میں پاک ہوں اور میری شان بلند ہے‘‘۔[23]

عارف باللہ شیخ روزبہان بقلی شیرازی (المتوفی: 606ھ) ’’شرح شطحیات‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’مرا دو نظر است بیک نظر شما را می بینم و بیک نظر دیگر شما را نمی بینم‘‘[24]

’’میری دو نظریں ہیں ایک نظر ہے کہ تم کو دیکھتا ہوں اور دوسری نظر ہے کہ تم کو نہیں دیکھتا- (بلکہ حق تعالیٰ کو دیکھتا ہوں)

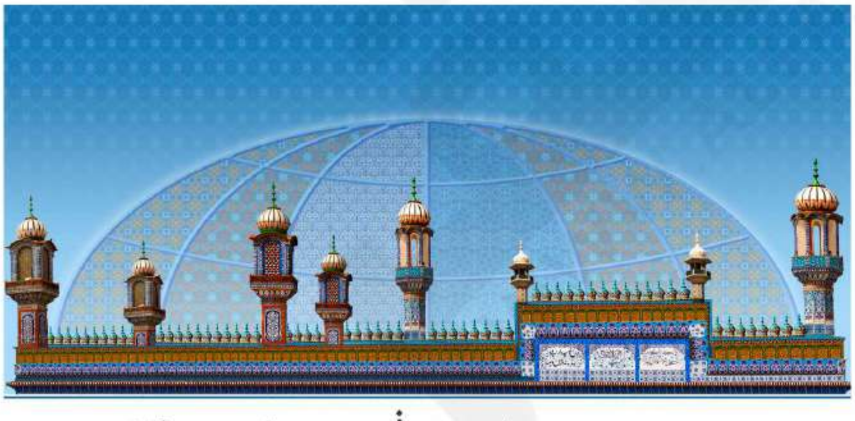

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) اس پورے فلسفہ کو اپنے الفاظ میں یوں بیان فرماتے ہیں:

ایہہ تَن ربّ سَچّے دا حُجرا وِچ پَا فقیرا جھاتی ھو
ناں کر مِنّت خَواج خِضر دی تیرے اندر آب حیاتی ھو
شوق دا دیوا بال ہَنیرے مَتاں لبھی وَست کھڑاتی ھو
مرن تھیں اگے مر رہے باھُوؒ جنہاں حَق دی رمز پچھاتی ھو

☆☆☆

[21] تفسیر روح البیان، جز:3، ص:238، للعلامہ إسماعيل حقی (المتوفی: 1127ھ)، دار الفکر، بیروت
[22] تفسیر عرائس البیان، جلد:1، ص:36، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
[23] فتاوی رضویہ، ج:14، ص:665-66، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، پاکستان-
[24] ’’شرح شطحیات، ج:1، ص:586، ناشر، زبان و فرہنگ، ایران

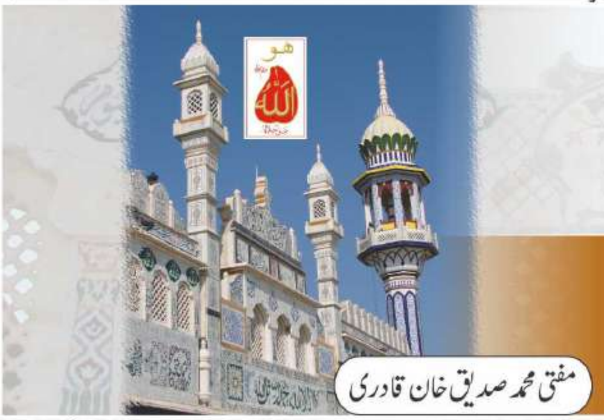

دینی درسگاہیں اور تصوف کی تدریس

مفتی محمد صدیق خان قادری

اسلام کی تعلیمات اور اُس کے تربیتی نصاب میں ایک ایسا نظام بھی موجود ہے جو انسان کے عقائد و ایمانیات کے حقائق اور اُس کے محسوس نتائج سامنے لاتا ہے اور یہ نظام روحانی تجربات و مشاہدات پر مبنی تصوف ہے- اس نظام کے تجربے کار اور ماہر صوفیاء عظام کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں- تصوف ایک ایسی حقیقت ہے جو اسلامی تعلیمات اور روحانی کیفیات کا عملی روحانی تجربہ ہے یہی باطنی مشاہدہ کا وہ نظام ہے کہ ایمان بالغیب جب اُس کے تدریجی مرحلوں سے گزرتا ہے تو ایقان میں بدل جاتا ہے تصوف ایمان کے لطائف کا وہ سلسلہ ہے جس سے عقائد کی کیفیات کا باطنی مشاہدہ ہوتا ہے تصوف ہی وہ علم ہے جو عقیدہ اور ایمان کی عملی تصدیق کرتا ہے- یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ یہ تمام باطنی مشاہدات اور عقیدہ اور ایمان کی عملی تصدیقات بندے کو اُس وقت نصیب ہوتی ہیں کہ جب وہ اپنے باطن کو تمام کدورتوں، آلائشوں اور ہر قسم کے گناہ سے پاک کر لیتا ہے اور اسی چیز کا نام تصوف ہے- کیونکہ تصوف اپنے باطن کو پاک و صاف کرنے کا نام ہے- حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی شہرہ آفاق کتاب ’’کشف المحجوب‘‘ میں فرماتے ہیں:

’’التصوف صفاء السر من کدورۃ المخالفۃ‘‘

’’باطن کو مخالفت حق کی کدورت اور سیاہی سے پاک و صاف کر دینے کا نام تصوف ہے‘‘-

گویا کہ تصوف کا نقطہ آغاز تقاضا کرتا ہے کے نفس انسانی کذب و دروغ گوئی سے پاک ہو جائے، ریاکاری اور منافقت جیسے رزائل دور ہو جائیں، کبر و نخوت اور غرور تکبر کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے، حسد و کینہ اور بغض و عناد کا خاتمہ ہو جائے، دنیا کی محبت اور لالچ سے انسانی قلب پاک ہو جائے اور ان رزائل کی جگہ عجز و انکسار خشوع و خضوع تذلل و تواضع، فیض رسانی، فہم و ذکاء اور جود و سخا اور محبت الٰہی جیسے فضائل انسان کے قلب و باطن کو منور کر دیں- جب نفس انسانی گناہ کی آلائشوں، آلودگیوں اور رزائل اخلاق سے پاک ہو جاتا ہے تو اس طہارت کے اثرات انسان کے قلب و باطن پر مرتب ہونا شروع ہو جاتے ہیں- انسان کی شخصیت جذبہ رحم اور عفو و درگزر سے معمور ہو جاتی ہے انسان کے اندر سے لالچ اور حرص کی گھٹیا جذبات کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو انسان میں ماسوا اللہ سے بے نیازی پیدا ہو جاتی ہے جو محبت الٰہی کا پیش خیمہ ہوتی ہے- پھر جوں جوں یہ بے نیازی بڑھتی چلی جاتی ہے درِ محبوب سے نیاز مندی میں شدت پیدا ہو جاتی ہے اور دل کی دنیا بدل جاتی ہے- یہ سب کچھ علم تصوف سے ہی ممکن ہوتا ہے-

تصوف دین اسلام کا ایک اہم شعبہ اور باطنی پہلو ہے جس کو طریقت بھی کہا جاتا ہے یہ ایک نئی اور الگ چیز نہیں ہے اس چیز کی رہنمائی ہمیں قرآن و حدیث سے ملتی ہے- اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

’’قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا، وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا‘‘[1]

’’وہ شخص کامیاب ہُوا جس نے خود کو پاک کیا اور وہ شخص ناکام ہُوا جس نے اسے آلودہ کیا‘‘-

[1](الشمس:9-10)

اس آیت کی تفسیر میں امام حسن بصری فرماتے ہیں:

"قد افلح من ز کی نفسه و اصلح وحملها علی طاعة الله"

"وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور اس کی اصلاح کر لی اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر آمادہ کر لیا"-

تصوف کا بھی یہی مفہوم و مقصود ہے کہ انسان اپنے نفس کا تزکیہ اور اصلاح کرے اور اُس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کیلئے تیار کرے- اگر غور کیا جائے تو تزکیہ جو کہ تصوف کا مفہوم و مقصود ہے یہ آپ (ﷺ) کے فرائض نبوت میں شامل ہے- اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے محبوب کریم (ﷺ) کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ"[2]

"آپ ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور اُن کے نفوس کا تزکیہ کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں"-

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم (ﷺ) کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"وَیُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ"[3]

"اور وہ تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور وہ کچھ سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے"-

اس آیت مبارکہ میں فعل کا تکرار ہے اور اس نکتہ کی قاضی ثناء اللہ پانی پتی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تکرار الفعل یدل علی ان ھذا التعلیم من جنس اخر ولعل المراد به العلم اللدنی"[4]

"یُعَلِّمُكُمْ فعل کا تکرار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ تعلیم دوسری قسم کی ہے اور شاید اس سے مراد علم لدنی ہے"-

اگر ہم احادیث مبارکہ میں غور کریں تو علم تصوف کے بارے میں ان سے بھی رہنمائی ملتی ہے اس پر حدیث جبرائیل شاہد ہے کہ جبرائیل امین نے آپ (ﷺ) کی بارگاہ میں حاضر ہو کر پہلا سوال کیا کہ ایمان کیا ہے تو اس کے جواب میں آپ نے عقائد کو بیان کیا-

پھر دوسرا سوال کیا کہ اسلام کیا ہے تو اس کے جواب میں آپ نے اعمال کو بیان کیا- اب عقلاً دیکھا جائے تو جب عقیدہ بھی آ گیا اور اعمال بھی آ گئے تو تیسرا سوال نہ ہوتا تو سوچنے کا مقام ہے کہ کیا صرف یہی دو باتیں دین ہیں- اگر یہی دو باتیں یعنی عقیدہ اور اعمال کامل دین ہوتیں تو تیسرا سوال نہ ہوتا تو سائل کا تیسرا سوال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی دین مکمل نہیں ہُوا تھا تو سائل نے عرض کی:

"ما الاحسان" احسان کیا ہے-

آقا کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"الاحسان ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك"

"احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا کہ تو خدا کو دیکھ رہا ہے پس اگر تو خدا کو نہ دیکھ سکے تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے"-

اب یہ جو مرتبہ احسان ہے اسی کا دوسرا نام تصوف اور علم باطن ہے- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) مرتبہ احسان ہی کو تصوف و سلوک اور طریقت کا نام دیتے ہیں-

مزید علم تصوف کے بارے رہنمائی حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی حدیث مبارکہ سے بھی ملتی ہے آپ (رضی اللہ عنہ) ارشاد فرماتے ہیں:

"حفظت من رسول الله (ﷺ) وعائين فاما احدهما فبثثته واما الاخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم"[5]

---

[2](آلِ عمران:164)

[3](البقرہ:151)

[4](تفسیر مظہری، ج:1، ص:149)

[5](صحیح بخاری، ج:2، ص:23)

"میں نے آپ (ﷺ) سے دو علوم سیکھے ہیں پہلا علم میں نے تم پر بیان کر دیا ہے اگر دوسرا بیان کر دوں تو یہ گردن اڑا دی جائے"۔

مُلا علی قاری حدیث مذکورہ کی شرح بیان فرماتے ہیں:

"قد یحمل الاول علی علم الظاهر والثانی علی علم الباطن"[6]

" تحقیق پہلے کو علم ظاہر پر اور دوسرے کو علم باطن پر محمول کیا جاتا ہے"۔

الغرض قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات اپنے پایہ ثبوت تک پہنچ گئی کہ تصوف، طریقت، روحانیت اور علم باطن کوئی نئی اور تیسری چیز نہیں ہے بلکہ یہ بھی ہمارے دین کا اہم ترین جز اور حصہ ہے-

یہی وجہ ہے کہ امام ابن عابدین شامی (رحمۃ اللہ علیہ) شریعت و طریقت کا آپس میں تعلق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"و هی الطریقة و الشریعة متلازمة لان الطریق الی الله لها ظاهر و باطن فظاهرها الشریعة و الطریقة وباطنها الحقیقة"[7]

"شریعت اور طریقت باہم لازم و ملزوم ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا ایک ظاہری حصہ ہے اور ایک باطنی ظاہری حصہ شریعت و طریقت ہے اور باطنی حصہ حقیقت ہے"۔

اسی طرح شیخ ابو طالب مکّی "قوت القلوب" میں فرماتے ہیں:

"هما علمان اصلیان لا یستغنی احدهما عن الاخر بمنزلة السلام و الایمان مرتبط کل منهما باالاخر کالجسم و القلب لا ینفك احد من صاحبه"[8]

"وہ دونوں یعنی شریعت و طریقت ایسے علوم ہیں جن میں سے کوئی ایک دوسرے سے مستغنی نہیں ہو سکتا جیسے اسلام اور ایمان ان میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ جڑا ہوا ہے یا جیسے جسم اور قلب کا تعلق ہے کہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتا"۔

چونکہ علم تصوف و طریقت دین کا ایک اہم اور لازمی جز تھا اور اس کے بغیر انسان کامل نہیں ہو سکتا اس لیے ہمارے اکابرین، آئمہ، فقہاء نے نہ صرف اس دین کے اہم جز کو حاصل کیا بلکہ اس کے حصول کی ترغیب بھی دلائی-

ابو علی ثقفی فرماتے ہیں کہ:

"اگر کوئی شخص تمام علوم کا جامع ہو جائے اور ہر قسم کے لوگوں کی صحبت اختیار کرے پھر بھی وہ اس وقت تک کاملین کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ شیخ مربی ناصح سے مجاہدانہ تربیت نہ پائے"۔[9]

شارح مشکوٰۃ محدث طیبی فرماتے ہیں کہ:

"کوئی عالم علم میں کتنا ہی متبحر اور یکتائے زمانہ ہو اس کیلئے صرف اپنے علم پر قناعت کرنا اور اسے کافی سمجھنا مناسب نہیں بلکہ اس پر واجب ہے کہ اہل طریقت کی مصاحبت اختیار کرے تاکہ وہ اس کی راہ حق کی طرف رہنمائی کریں اور اس کا تزکیہ فرمائیں تاکہ وہ ان لوگوں میں سے ہو جائے جو صفائے باطن کے باعث خلوتوں میں الہامات سے نوازے جاتے ہیں"۔[10]

امام ابو حامد غزالی فرماتے ہیں کہ:

"میں ابتداء میں صوفیاء کے احوال اور عارفین کے مقامات کا منکر تھا حتی کہ مجھے حضرت یوسف نساج کی صحبت نصیب ہوئی وہ مسلسل مجاہدات سے میرے ظاہر و باطن کا تزکیہ فرمانے لگے یہاں تک کہ مجھے واردات روحانیہ کا وافر حصہ نصیب ہوا"۔[11]

علامہ بلخی شرح اربعین میں فرماتے ہیں:

"و اخذ التصوف کثیر من الثقات کابی حنیفة من جعفر صادق و الشافعی من هبیرة

[6] (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج:1، ص:256)
[7] (رد المحتار، ج:6، ص289)
[8] (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج:1، ص:256)
[9] (حقائق عن التصوف، ص:37)
[10] (حقائق عن التصوف، ص:30)
[11] (حقائق عن التصوف، ص:31)

البصری و الامام احمد بن حنبل من بشر الحافی و الامام محمد بن الحسن الشیبانی من داؤد الطائی و الامام ابو یوسف من حاتم الاصم کذافی جواھر الغیبی [صفحہ ۲۳۲] و اخذ التصوف الامام غزالی و الجامی و النابلسی و الشعرانی و الرافعی و الدمیاطی و سید الشریف الجرجانی و الشیخ عبد الحق دھلوی و العلامہ علی قاری المکی و خلائق اعلام لایحصون من زمن النبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) الا الان بالتواتر الغیر المنقطع"[12]

"علم تصوف بہت سے بزرگان دین نے حاصل کیا جیسے امام ابو حنیفہ نے امام جعفر صادق سے اور امام شافعی نے ہبیرہ بصری سے امام احمد بن حنبل نے بشر حافی سے اور امام محمد بن حسن شیبانی نے داؤد طائی سے اور امام ابو یوسف نے حاتم اصم سے علم تصوف حاصل کیا- جیسا کہ جواہر الغیبی کے صفحہ 232 پر مذکور ہے اور امام غزالی، مولانا عبد الرحمٰن جامی، علامہ شیخ عبد الغنی نابلسی، امام شعرانی، امام رافعی، امام دمیاطی، سید شریف جرجانی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، علامہ ملا علی قاری مکی اور دیگر عالی مرتبت لوگوں نے علم تصوف حاصل کیا یہ معاملہ حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے زمانہ اقدس سے لے کر آج تک مسلسل اور بغیر انقطاع کے جاری ہے"-

الغرض! ہمارے سلف صالحین صرف دین کے ظاہری پہلو پر ہی نہ کھڑے رہے بلکہ انہوں نے دین کے اہم اور ضروری باطنی پہلو یعنی علم تصوف کو بھی حاصل کیا- جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لوگ نہ صرف دین میں کامل ہوئے بلکہ انہوں نے اپنے علم اور عمل اور حسن کردار سے اصلاح معاشرہ میں اہم کردار ادا کیا ان کا وجود منبع فیض تھا- لوگ ان کی بارگاہ سے فیضیاب ہوتے تھے کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ معاشرے کی تعلیم و تربیت کے لیے مدارس کا بڑا اہم کردار رہا ہے انہیں

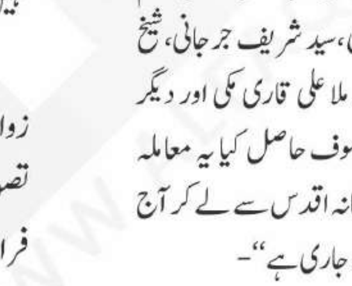

مدارس سے فارغ التحصیل افراد منبر و محراب کی زینت بنتے ہیں اور معاشرے کی تقدیر انہیں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے-

ایک عرصہ دراز تک تو علماء معاشرے میں اعتدال و اخلاق اور محبت و اُلفت کی خوشبو بانٹتے رہے کیونکہ انہیں مدارس میں باقاعدہ طور پر علم تصوف کی تعلیم دی جاتی تھی جس کی وجہ سے اُن کے دل میں برکاتِ اخلاقِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اور تجلیاتِ انوارِ الٰہی کا سمندر موجزن رہتا تھا- لیکن جوں جوں مغربی استعماری قوتیں دنیائے اسلام پہ غالب ہوتی گئیں تو ایسی ایسی فرقہ وارانہ تشدد آمیزیوں نے جنم لیا کہ ورثۂ اسلاف محفوظ نہ رہ سکا- اس سارے کھیل میں بالخصوص اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کی تعلیمات اُمتِ اسلامی کی ترجیحات میں بہت نیچے رہ گئیں، جس کا نتیجہ آج امت کے مجموعی اخلاقی انحطاط و زوال کی صورت میں سامنے ہے جس کے سلجھنے کی کوئی ترکیب حکمرانوں اور دانشوروں کے ہاتھ نہیں لگ رہی-

اگر فرقہ واریت کے بہت زیادہ بڑھ جانے اور اخلاقی زوال کے اسباب میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ علم تصوف کی کتابیں شامل نصاب بھی نہ رہیں اور مدارس سے فراغت پانے والوں کی صورتحال بھی اس طرح ہو گئی جیسا کہ علامہ اقبال نے فرمایا:

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

یہی وجہ ہے کہ موجودہ مدارس سے فارغ التحصیل افراد معاشرے کی اصلاح و تربیت میں وہ کردار ادا نہ کر سکے جو ہمارے سلف و صالحین نے ادا کیا- لہٰذا اب ضرورت اس امر کی ہے کہ مدارس میں صوفیاء کی کتب کو شامل نصاب کیا جائے تاکہ مدارس کے طلباء صوفیاء کے کشف و احوال اور علم تصوف سے واقف ہوں، اخلاقِ اسلاف کے

[12](شرح اربعین للبلخی، ص:10-12)

پیکر ہوں اور ان میں بھی دین اسلام کے باطنی پہلو کو حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہو اور دین میں کامل ہو کر یہ بھی ایک اچھا اور مثالی معاشرہ تشکیل دینے میں ایک مثالی کردار ادا کریں۔

اسی چیز کے پیشِ نظر کہ جب علمِ تصوف نہ صرف مدارس میں ختم ہو گیا تھا بلکہ معاشرے کے افراد بھی اس کے فیوض و برکات اور ثمرات سے محروم ہو چکے تھے تو سلطان الفقر بانی اصلاحی جماعت حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ نے اس خلا کو پُر کرنے کیلئے ایک ایسا حسین قدم اٹھایا کہ جس سے ایک قسم کی معاشرے میں جو محرومی پائی جاتی تھی وہ نہ صرف ختم ہوئی بلکہ وہ معاشرہ اولیائے کاملین کے کشف و احوال، فیوض و برکات اور اُن کی تعلیمات سے سیراب ہونے لگا۔ آپؒ نے اس خلا کو پر کرنے کیلئے ’اصلاحی جماعت‘ کے نام سے موسوم ایک جماعت اور ’جامعہ غوثیہ عزیزیہ انوارِ حق باھو سلطانؒ‘ کے نام سے موسوم مدارس کا قیام فرمایا جن کا مقصد یہی تھا کہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں صوفیاء کرام کی تعلیمات کو عوام الناس اور مدارس میں اجاگر کیا جائے۔سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحبؒ نے جس طرح اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کے مبلغین کی روحانی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا اور انہیں تفاسیر، احادیث مبارکہ اور سیرتِ طیبہ کی کتب کے ساتھ ساتھ صوفیاء کرام کی کتب کا مطالعہ کرنے کی ترغیب دلائی تو اسی طرح آپ نے اپنے آستانہ عالیہ سے وابستہ مدارس میں پڑھنے والے طلباء کی روحانی اور باطنی تعلیم و تربیت کا بھی خصوصی انتظام فرمایا۔ آپؒ نے مدارس میں درسِ نظامی کی کتب کے علاوہ اولوالعزم اور مُسلّم صوفیاء کرام کی کتب کو بطور نصاب شامل کرنے پر نہ صرف بھر پور زور دیا بلکہ سبقاً سبقاً پڑھانے کا حکم فرمایا۔ آپؒ کے مدارس میں صوفیاء کرام کی جو کتب بطور نصاب شامل ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

- تذکرۃ الاولیاء از شیخ فرید الدین عطارؒ
- مثنوی شریف از مولانا رومؒ
- سرّ الاسرار از حضور غوث اعظمؒ
- عوارف المعارف از شیخ شہاب الدین سہروردیؒ
- کتاب اللمع از امام ابو نصر سراج الطوسیؒ
- حکایاتِ حضرت سلطان باھوؒ
- اسرارِ خودی از ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ
- کتاب التوحید از ابو منصور ماتریدیؒ
- احیاء علوم الدین از امام غزالیؒ
- رسالہ قشیریہ از امام قشیریؒ
- قوت القلوب از شیخ ابو طالب مکیؒ
- التصرف لمذھب اھل التصوف از محمد بن اسحاق الکلابازی

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان مدارس کے طلباء مذکورہ کتب کے مطالعہ کی وجہ سے صوفیاء کرام کے احوال و واقعات اور علمِ تصوف کی حقیقت اور اس کے لازوال ثمرات سے آشنا ہوئے جس سے طلباء میں، تزکیۂ نفس، صفاء قلب اور بیداریِ روح کا جذبہ پیدا ہوا اور وہ دینِ اسلام کے صرف ظاہری پہلو تک محدود نہ رہے بلکہ دین کے باطنی پہلو کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ کے مدارس سے فارغ التحصیل طلباء بغیر کسی لالچ و طمع اور دنیاوی غرض کے پورے اخلاص کے ساتھ دین متین کی خدمت اور اصلاحِ معاشرہ میں مصروفِ عمل ہیں۔ہم پر امید ہیں کہ مستقبل میں بھی حضور سلطان الفقر بانی اصلاحی جماعتؒ کا اٹھایا ہوا یہ نورانی و فکری قدم مزید برکتیں اور خوشبوئیں پھیلائے گا اور ہر طرف کچھ یوں سماں ہو گا۔

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

☆☆☆

تعلیم، عصرِ حاضر اور فکرِ سلطان الفقر

بابر جان خوازی خیل

نظریہ ان خیالات و تصورات کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے جس کے تحت کسی قوم کا سیاسی، سماجی، معاشی اور تہذیبی نظام وجود میں آتا ہے-یعنی افراد کی اجتماعی سوچ مل کر ملکی نظام کی نوعیت اور ممکنہ شکل کا خاکہ تیار کرتی ہے- پھر اس نظام کے قیام کیلئے مشترکہ کوششوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے- ایک دفعہ نظریہ قائم ہو جائے تو پھر قومی مقاصد اور سمت کا تعین از خود واضح ہو جاتا ہے- ان مقاصد کے حصول کیلیے اپنایا جانے والا مشترک طرزِ عمل قومی اقدار کی شکل اختیار کر کے بالآخر تہذیب و تمدن کے وجود کا باعث بنتے ہیں- اسی لیے نظریہ کو وہ بنیادی اہمیت حاصل ہے کہ افراد و اقوام کی اجتماعی زندگی کی عمارت اسی بنیاد پر تعمیر ہوتی ہے- نظریہ قوم کی منزل اور سمت کا تعین کرتا ہے- مختصراً یہ کہ نظریہ فلسفہ حیات طے کرتا ہے جس سے تہذیب و تمدن اور اخلاق و معاشرت کا اظہار ہوتا ہے-

خیالات و تصورات --- نظریات و مقاصد --- نظام -
-- مشترک طرز عمل --- اقدار --- تہذیب و تمدن

درج بالا لطیف عمل، جس کا نقطہ آغاز خیالات و تصورات اور عروج ملکی نظام ہے، پر تعلیم و تربیت کا بڑا گہرا اثر پایا جاتا ہے-

> "The best teachers are those who show you where to look, but don't tell you what to see".[1]

”بہترین استاد وہ ہے جو آپ کی سمت کا تعین کرتے ہیں کہ کس طرف دیکھنا ہے، بجائے یہ کہ دیکھنا کیا ہے“-

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کی توجہ دراصل ان تصورات و افکار کی اصلاح پر ہوتی تھی جن کے نتیجے میں ایک معاشرتی نظام تشکیل پاتا ہے- یہی فقراء کا دستور رہا ہے کہ وہ بڑے غیر محسوس انداز میں قوموں کی سمت کو درست کرتے ہیں- وہ سینوں میں نور کے ایسے بیج بوتے ہیں جس سے پہلے مرحلے میں اخلاص بھرے ارادے اور افکار پھوٹتے ہیں- پھر وجود سے مہکتے ہوئے تعمیری اعمال و افعال کی کلیاں کھلتی ہیں اور معاشرے میں اصلاح کی ہری بھری ڈالیاں پھیل کر نتیجتاً نسلوں کے لئے امن و محبت کے پھول میسر آتے ہیں- فکر سلطان الفقرؒ انسان کی نقطہ آغاز سے اصلاح فرما کر ایک بہترین معاشرتی انجام کو ترتیب دیتی ہے-

عصرِ حاضر کا مصلح اور مبلغ معاشرتی مسائل کے اصل سبب کا ادراک نہیں کر پا رہا ہے- دراصل یہ خراب معاشرتی معاملات اور تناؤ تو نتیجہ ہوتے ہیں ایک منطقی عمل کا جو بہت پہلے وجود میں شروع ہو چکا ہوتا ہے- اسی سبب آپؒ اولیائے اللہ کی طریق کے مطابق اعمال سے پہلے ارادوں کی درستگی پر توجہ فرماتے- قلب و نظر کو پاک فرماتے اور دلوں کو اللہ کے اسم سے پاک کر کے نگاہ کی توجہ سے روح کو بیدار فرماتے-

> ارادوں میں دعاؤں کا تقدس ہو اگر شامل
> تو ہر اک آرزو دل میں وضو کر کے اُترتی ہے

[1]Alexandra K Trenfor

عہد حاضر کے نظام تعلیم اور رائج الوقت طریقہ تدریس کا موجودہ اور ممکنہ مسائل کے تناظر میں تجزیہ کیا جائے تو اس سے واضح طور پر دو نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

1 -معاشرتی مقاصد کے اعتبار سے جامعیت کا فقدان:

عمومی طور پر اجتماعی سطح پر اہل مدرسہ، جدید انگریزی تعلیم اور اہل تصوف تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں- اہل مدرسہ جدید سائنسی علوم سے دوری کی وجہ سے زندگی کے گوناگوں مسائل کو سمجھنے اور ان کو حل کرنے کی مطلوبہ صلاحیت حاصل کرنے سے قاصر ہیں -جس کے نتیجہ میں ان کیلئے موجودہ دور کے تقاضوں کا سامنا کرنا مشکل بن گیا ہے - تصوف کا لبادہ اوڑھے کچھ نام نہاد اہل طریقت، جو فقر و تصوف کی اصل روح اور بنیادی امنگوں سے ہی ناواقف ہیں، کے طریق سے بے عملی کی طرف رغبت حاصل ہوتی ہے جبکہ جدید انگریزی تعلیم کو دیکھا جائے تو یہ سراسر مادیت پر مبنی ہے اور ممکنہ حد تک نوجوانوں کو اسلامی اقدار سے دور کرکے الحاد کا زہر گھول رہی ہے -بقول اقبال:

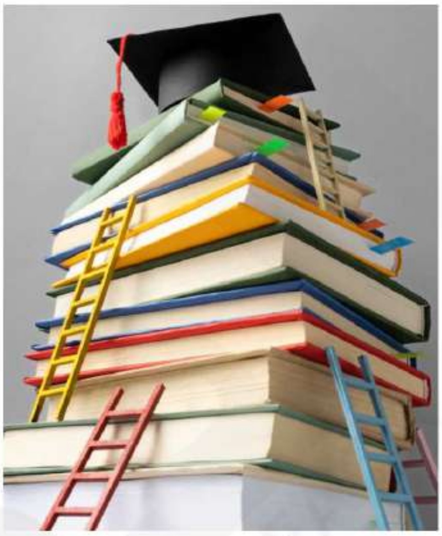

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

یہ تینوں طرز تعلیم کسی حد تک ایک دوسرے سے بیزار اور جامعیت کے ادراک سے ناواقف ہوتے جا رہے ہیں- نتیجتاً شخصیت کی ایک خاص طرز پر پروان چڑھنے کی وجہ سے وسیع النظری اور معاشرے کی مجموعی ضروریات کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رہتی- زندگی کے کسی ایک پہلو کا باقی پہلوؤں میں کردار اور ان کے ایک دوسرے پر اثرات کا فہم بڑا ضروری ہے- اس سے انتشار کا خاتمہ ممکن ہوتا ہے- مثلاً باطنی فلاح کا تعلق اعلیٰ اخلاقی اقدار اور اخلاص سے ہے اور ان خوبیوں کا براہ راست باقی دونوں پہلوؤں میں بڑا کلیدی کردار ہے- پس یہ تاثر ختم ہونا چاہیے کہ تینوں پہلو ایک دوسرے سے جدا اور بے معنی ہیں البتہ تینوں ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم جزو اور ایک وحدت ہیں-بقول علامہ اقبال:

مقصد ہو اگر تربیتِ لعل و بدخشاں
بے سود ہے بھٹکے ہوئے خورشید کا پرتو
دنیا ہے روایات کے پھندوں میں گرفتار
کیا مدرسہ، کیا مدرسہ والوں کی تگ و دو!
کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو!

فکرِ سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ ان تینوں پہلوؤں کے تقاضوں، مقاصد، امنگوں اور اہمیت کے پیش نظر ان کے امتزاج پہ مبنی ایک قابل قبول فلسفہ تعلیم اور طریق تربیت وضع کرتی ہے- جس سے ایک طرف فرد اور معاشرہ عہد حاضر کے جدید تقاضوں کے مطابق ترقی پاتا ہے تو دوسری طرف دینی مقاصد کے حصول کیلئے بھرپور کوشش کرتا ہے اور ساتھ ہی باطنی فلاح کا سفر بھی رواں دواں رکھنے کے قابل بنتا ہے- آستانہ عالیہ سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علیؒ پر جا کر دیکھیں تو فقراء مختلف رنگوں کی صورت میں قوس قزاح کا دلکش منظر پیش کرتے ہیں- جہاں راہ سلوک کے سالک (فقراء) ذکر و فکر کے ساتھ ساتھ ایک صف اول کے دینی و روحانی دبستان میں دینی علوم حاصل کرتے ہیں اور آکسفورڈ کے طرز پر عالمی معیارات کے مطابق اکیسویں صدی کے جدید علوم حاصل کرکے ایک کار آمد شخصیت کے حامل انسان بنتے ہیں- یہ فقراء نہ صرف بحیثیت فرد مسلم امہ اپنا کردار ادا کرنے کے قابل بنتے ہیں بلکہ عالمی انسانی ترقی میں بھی اپنا کردار ادا کرتے ہیں- یہ فقیر نہ تو دین سے بیزار ہوتے ہیں اور نہ ہی عالم کی تعمیر و تسخیر سے- بلکہ روحانی ترقی سے اپنے وجود میں ایسی فطرت پیدا کر دیتے ہیں جس سے باقی دونوں پہلوؤں میں بھی انقلابی بنیادوں پر ترقی کے منازل طے کرتا ہے-

2- فرد کی علمی و اخلاقی ترقی کے اعتبار سے کلیت کی عدم موجودگی:

اس سے مراد یہ ہے کہ فرد واحد کی مادی اور عقلی لحاظ سے تربیت و ترقی کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے لیکن وجدانی، عرفانی یا روحانی ترقی اور تربیت کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔یعنی ادراکی اور محسوساتی علوم کو عرفانی علوم اور وجدان پر فوقیت دی جاتی ہے۔بقول علامہ اقبالؒ:

”حقیقت کو جاننے کا ایک طریقہ تو بالواسطہ ہے جس میں وہ حواس کے ذریعے ہم سے سابقہ رکھتی ہے اور ادراک بالحواس سے اپنی علامات ہم پر منکشف کرتی ہے، تاہم دوسرا طریقہ حقیقت سے براہ راست تعلق کا ہے جو ہمارے اندرون میں ہم پر اپنا انکشاف کرتی ہے“۔[2]

رائج الوقت نظام تعلیم حصول علم کیلئے حواس (Senses)، عقل و دلیل (Intellect and Reason)، مشاہدہ و تجربات (Experimentation) پر اکتفا کرتا ہے۔یہ ذرائع اشیاء کی سطحی، طبعی اور مرئی (Physical) پہلو تک رسائی دیتے ہیں۔ ان ذرائع کا تعلق موجودہ نظام تعلیم سے ہے۔اس کے علاوہ وجدان، باطنی مشاہدہ اور الہام (Intuition) بھی حصولِ علم کے ذرائع ہیں۔جس سے علم کے اعلیٰ درجے اور حیات کے اعلیٰ مقاصد کا فہم حاصل ہوتا ہے۔اس کو علمِ لدنی بھی کہتے ہیں جس سے حکمت پیدا ہوتی ہے۔اس کا حصول تعلیم کے بجائے تلقین یا فیضانِ نظر سے ممکن ہے۔

”حقیقت کا ایک مکمل وقوف حاصل کرنے کیلئے ادراک بالحواس کے پہلو بہ پہلو دل، جسے قرآن قلب یا فواد کہتا ہے، کے مشاہدات سے بھی کام لینا چاہیے“۔[3]

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) مدینہ میں بیٹھ کر میلوں دور جنگ کا ملاحظہ اور رہنمائی فرماتے ہیں کہ ”یاساریۃ الجبل“ اے حضرت ساریہ پہاڑ کی اوٹھ کی طرف دھیان دو جہاں سے دشمن حملہ کرنے والا ہے اور حضرت ساریہ بھی میلوں دور سے یہ ہدایات سن لیتے ہیں۔یہ کون سا علم تھا؟ یہ وہ علم تھا جس کی حکمت تک ظاہری علوم اور ذرائع (حواس، عقل و دلیل اور تجربات و مشاہدات) کی رسائی نہیں ہے۔

”قلب ایک باطنی وجدان یا بصیرت ہے جس کے ذریعے ہمارا حقیقت کے ان گوشوں سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے جو حواس کی حدود سے باہر ہے“۔[4]

سلطان الفقرؒ کا طریقہ تربیت ظاہری تعلیم کے ساتھ ساتھ تلقین پر مشتمل تھا جس سے بصیرت اور علمِ عرفان کا حصول ممکن ہوتا ہے۔علمِ عرفان کا تعلق روحانی ترقی اور اعلیٰ اخلاقی اقدار سے ہے۔

موجودہ فلسفہ تعلیم کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

According to Mathew Lynch:[5]

1-Teacher Centered Philosophies.

بنیادی مہارت یا فن سکھانا۔(Essentialism)

عالمگیریت کے تناظر میں کسی بڑے کام کی استطاعت پیدا کرنا۔ (Perennialism)

2-Student Centered Philosophies.

اخلاقی معیار یا ضابطے بہتر کرنا۔(Progressivism)

ممکنہ انسانی استعداد کی نشو و نما۔(Humanism)

کائنات کے بارے میں ایک نقطہ نظر قائم کرنا۔(Constructivism)

3-Socially Centered Philosophies

تعلیم کے ذریعے معاشرتی مسائل کا حل۔(Reconstructionism)

ترقی پسندانہ اور معاشرے کیلئے سود مند رویئے پیدا کرنا۔(Behaviouris)

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کی تعلیم و تلقین کے طریقہ کار کے مطالعہ سے حیران کن حد تک یہ حقیقت آشکار ہوئی ہے کہ آپؒ کا بظاہر فقیرانہ و درویشانہ طرز تعلیم در حقیقت رائج الوقت تعلیمی فلسفوں کا نہ صرف مصداق ہے بلکہ ان سے بھی ایک قدم آگے جا کے جدت کا نمونہ پیش کرتا ہے۔آپؒ کی تعلیم و تربیت کے طریق پر ایک تحقیقی

---

[2]The Reconstruction of Religious Thought in Islam. (Knowledge and Religious Experience), Alama Iqbal.
[3]The Reconstruction of Religious Thought in Islam. (Knowledge and Religious Experience), Alama Iqbal.
[4]The Reconstruction of Religious Thought in Islam. (Knowledge and Religious Experience), Alama Iqbal.
[5]Mathew Lynch May 01,2017 (Theedadvocate.org)

مقالہ لکھا جاسکتا ہے جو کہ ہر لحاظ سے فلسفہ تعلیم کی تمام شرائط پر پورا اترتا ہے۔

جس طرح فرد کا قوم سے، انسان کا معاشرے سے ایک فطری ربط قائم ہے اسی طرح تعلیم وتربیت باہم جڑے ہوئے اور ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم ہیں جن کو علیحدہ نہیں دیکھا جاسکتا۔ بد قسمتی سے دور جدید میں ایسے تعلیمی فلسفے اہمیت اختیار کرتے جارہے ہیں جن کا مقصد کسی خاص فن میں مہارت پیدا کرنا ہوتا ہے۔ معاشی ضروریات کے پیش نظر ہنر میں مہارت تو حاصل کر لی جاتی ہے لیکن اخلاقیات میں عمدگی اور کردار میں پختگی پس پشت رہ جاتی ہے۔ عصر حاضر کی صف اول کا ایک فلسفہ تعلیم 'Essentialism' ہے جو کہ اس وقت امریکہ میں عوامی تعلیم کیلئے ترجیح ہے۔ یہ طریقہ معاشرتی ضروریات کے پیش نظر صرف اور صرف مہارت پیدا کرنے پر زور دیتا ہے۔

"The function of schools for the Essentialists is to transmit cultural heritage to students, with the appropriate skills, attitude and values".[6]

"نظریہ لزومت والوں کے مطابق سکول کا فریضہ ہے کہ طالب علم میں مناسب مہارت، رویے اور اقدار کے ساتھ ثقافتی ورثہ منتقل کرے"۔

جبکہ Perennialsim کے مقاصد عالمگیریت اور کسی بڑے کام کی استطاعت پیدا کرنے کے لئے علم و دانش کی پختگی ہے۔

"The role of schools, for the perennialists, is to train a group of intellectual elite".[7]

"نظریہ دائمیت والوں کے مطابق سکول کا کردار یہ ہے کہ دانشور اشرافیہ کا ایک طبقہ تیار کرے"۔

Essentialism اور Perennialism کے مقاصد کے تناظر میں دیکھا جائے تو سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علیؒ کے زیر سایہ کوئی علم البیان کا ماہر بنا تو کوئی علم الکلام کا، کوئی فقر کا تو کوئی فقہ کا، کوئی فلسفہ کا تو کوئی قانون کا، کوئی بہترین لکھاری تو کوئی ماہر شہسوار۔ یہ آپؒ کی ہی تربیت کا اثر ہے کہ ایسے دانشور تیار ہوئے جو نہ صرف علم و دانش کے ذریعے مسلم اُمہ کو درپیش مسائل کا حل پیش کرتے ہیں بلکہ عالمی سطح پر علم و تحقیق میں اپنا کردار ادا کر کے فلاح انسانیت اور امن عالم کے داعی بھی ہیں۔ مزید بر آں یہی سکالر اپنی فراست سے پاکستان کے نظریاتی اساس کے محافظ بھی ہیں۔ فکر سلطان الفقرؒ کے زیر اثر تربیت یافتہ افراد ایک طرف معاشرے کا درد اپنے سینے میں موجزن کیے اس کی اصلاح کی سعی کرتے ہیں تو دوسری طرف انسان کو اس کی ذات سے متعارف کرا کر اس کی ممکنہ استعداد کو بڑھانے میں اور اس کی پوشیدہ صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں مدد گار ثابت ہوتے ہیں۔

اگر تہذیب وتمدن کی بات کی جائے تو اس کی بقاء صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ اس کو عملی طور پر اپنایا جائے وگرنہ تہذیب و تمدن صرف کتابی شکل میں رہتی ہے۔ سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علیؒ کی بیش بہا خدمات میں سے ایک گراں قدر احسان یہ بھی ہے کہ آپ نے اسلامی تہذیب و تمدن کو نہ صرف اپنی ذاتی زندگی میں نافذ العمل رکھا بلکہ ان روایات کو اپنی نسلوں میں بھی منتقل کیا۔ آج بھی آستانہ عالیہ پر جائیں تو اسلامی تمدن و روایات مختلف عمارتوں، فن تعمیر، لباس، طرز عمل اور دیگر بہت سی صورتوں میں واضح نظر آتی ہے۔ آستانہ عالیہ پہ جائیں تو چہل قدمی کرتے ہوئے یوں لگتا ہے کہ جیسے ہم چہل قدمی نہ کر رہے ہوں بلکہ جمالیات کے

[6](Ellis, Cogan, & Howey, 1991)

[7]Philosophical Perspectives on education, January2006. CHARLENE TAN (The University of Hong Kong)

کسی پروفیسر کا بصیرت افروز خطبہ سن رہے رہوں کیونکہ آستانہ عالیہ پہ ہر ایک چیز اسلامی تصور جمالیات کے نور میں نہائی اور خوشبو میں لپٹی ہوئی ہے۔

Constructivism مشاہدہ اور تعمیرِ علم کے ذریعے تسخیر کائنات کی طرف راغب ہونے کا نام ہے۔ جس کو فقراء تن کی دنیا کہتے ہیں اور عام فہم میں اس کو ظاہری دنیا کہا جاتا ہے۔

"Constructivism is a theory in education which posits that individuals construct new understandings and knowledge through experience and social discourse" integrating new information with what they already know".[8]

"تعمیر پسندی ایک تعلیمی نظریہ ہے جو فرض کرتا ہے کہ افراد معاشرتی مکالمے اور تجربے کے ذریعے نیا علم اور سمجھ بوجھ پیدا کرتے ہیں اور نئی معلومات کو موجودہ علم سے یکجا کرتے ہیں"۔

فکرِ سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علیؒ کائنات کی تعمیر و تسخیر کے ساتھ ساتھ داخل وجود کے جہان کو دریافت کر کے من کی کائنات کے مشاہدہ اور تسخیر کی دعوت دیتی ہے جو دنیا کے ساتھ ساتھ مشاہدہ و تسخیرِ خودی کی دعوت میں یکتائی کا دامن تھامے استقامت بخشتی ہے۔ اس کو من کی دنیا یا باطنی دنیا کہا جاتا ہے۔ ظاہری دنیا کی تسخیر سے انسان اپنا دنیاوی محدود سفر جبکہ باطن یا وجود کی تسخیر سے انسان لا مکان کا سفر بھی بہتر بنانے کے قابل بنتا ہے۔ پہلی فکر محدود و ادنیٰ مقاصد کی حامل ہے جو صرف فلاح دنیا کا باعث ہے۔ جبکہ فکر سلطان الفقرؒ اعلیٰ مقاصد کی حامل ہے جس سے فلاح دنیا و آخرت بذریعہ فلاح باطن حاصل ہوتی ہے۔

قبای زندگانی چاک تاکی
چو موران آشیان درخاک تاکی
بپرواز آ و شاهینی بیاموز
تلاش دانه در خاشاک تاکی

"کب تک زندگی کا لباس تار تار رکھے گا؟ کب تک چیونٹیوں کی طرح خاک میں گھر بنائے گا؟ پرواز میں آ اور شاہینی سیکھ (چیونٹی کی طرح) کب تک مٹی میں اپنا رزق تلاش کرتا رہے گا؟"۔

Humanism یا Progressivism عقل اور خارجی ماحول کے ذریعے اخلاقی معیار اور ممکنہ انسانی استعداد کو بڑھانے کا متمنی ہے۔

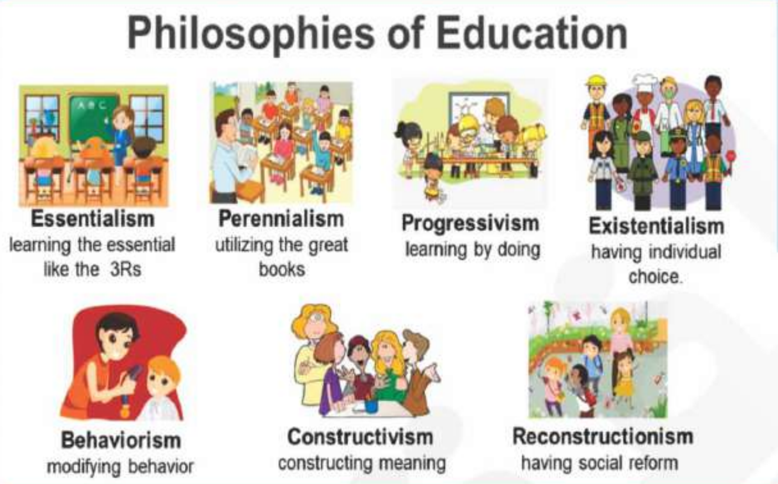

"The Progressives' Emphasis on schools being social agencies to provide the skills and attitudes for students to participate in a democracy."[9]

"ترقی پسندوں کی تاکید کے مطابق سکول سماجی مراکز ہیں جن کا کام طالب علموں میں جمہوری عمل کا حصہ بننے کے لیے مہارت اور موزوں رویے پیدا کرنا ہیں"۔

جبکہ اس تناظر میں دیکھا جائے تو فکر سلطان الفقرؒ دل کی پاکی اور روح کی بیداری کے ذریعے ان مقاصد کا حصول ممکن بناتی ہے۔ افعال کا بنیادی متحرک وجود کے اندر لطیف صورت میں جذبہ و ارادہ کی شکل میں موجود ہوتا ہے۔ یہ ایک باہم جڑا ہوا عمل مسلسل ہے جو وجود کے اندر سے خواہشات و ارادوں کی صورت میں شروع ہو کر بالترتیب افعال و اقدار اور بالآخر معاشرتی وضع قطع کا تعین کرتا ہے۔ اس سفر میں

[8](Constructivism (Philosophy of education) en.m.Wikipedia.org
[9]Philosophical Perspectives on education, January2006. CHARLENE TAN (The University of Hong Kong)

تفکرات اور خواہشات پہلے مرحلے میں ترجیحات و عزائم کا تعین کرتی ہے جو نظریات و مقاصد کو طے کرتے ہیں اور نظریات ایک نظام کی صورت میں رائج ہو جاتے ہیں مختصر یہ کہ اس دائرہ میں عمل کے آغاز (ارادہ) سے مرحلہ وار یہ لکیر (نظریات، افعال) اپنا چکر پورا کر کے منطقی انجام (نظام) تک پہنچتی ہے- لہٰذا اس کی درستگی کے لیے اسے ابتداء سے ٹھیک کرنا ضروری ہے- فکر سلطان الفقر افعال واعمال کے بحر رواں کے محرک پر توجہ خاص کا مرکز ہے جو نظام کی درستگی کیلئے نظریات سے پہلے فرد اور فرد واحد کی پہلے باطنی اصلاح کرتی ہے-

کسی فرد یا معاشرے کا استحکام اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس کی تعمیر اعلیٰ اخلاقی اقدار کی بنیادوں پر ہو- دانشوروں کے پیش کردہ افکار، انسانی اخلاقی معیار کی بہتری کیلئے عقل اور جسم پر توجہ دیتے ہے- حالانکہ اعلیٰ یا پست اخلاقی معیار کا موجب عقل یا جسم نہیں بلکہ روح اور نفس ہے- یہاں نفس سے مراد اس کی پہلی حالت (نفس امارہ) ہے- دراصل انسان کے بُرے ارادوں اور اعمال کا سبب نفسانی خواہشات ہیں- کیونکہ نفس امارہ کا تعلق بُری خصلتوں سے ہے جیسے حسد، بغض، کینہ، حرس، ہوس، غضب اور تخریب کاری وغیرہ- لہٰذا نفسانی غلبہ کی صورت میں وجود انسان ان بُری خصلتوں کا مظہر بن کر اخلاقی پستی کا شکار ہو جاتا ہے- جبکہ روح، نیک ارادں اور اعمال کا منبع ہے- روح کا تعلق اعلیٰ اخلاقی اقدار اور خوبیوں سے ہے جیسے اخلاص، استقامت، صبر، شکر، قناعت، پرہیز گاری اور تعمیر وغیرہ- لہٰذا روح کے زیر اثر انسان خوبیوں کا پیکر بن کر اعلیٰ اخلاقی مقام پر فائز ہو جاتا ہے-

اسی طرح اعمال کا واقع ہونا دو مرحلوں پر مشتمل ہے- پہلا مرحلہ وجود کے اندر (باطن میں)، خواہش، ارادہ اور منصوبہ بندی کی صورت میں جبکہ دوسرا مرحلہ ظاہر میں جسم سے عملی صورت میں ظاہر ہوتا ہے- پہلا مرحلہ اگر روح کی چاہت کے مطابق طے ہو گا تو ظاہر میں جسم سے خوبیوں اور اعلیٰ اخلاقی اقدار پر مبنی اعمال رونما ہونگے اور اگر یہ مرحلہ نفسانی خواہشات کے زیر اثر ہو گا تو جسم سے بُری خصلتوں اور اخلاقی پستی پر مبنی اعمال سرزد ہوں گے- عقل بہر حال دونوں صورتوں میں منصوبہ بندی کا کردار ادا کرتی رہے گی-

فکر سلطان الفقرؒ فرد کی اصلاح اور باطنی فلاح کا ایسا نصاب وضع کرتی ہے جس میں ظاہری و جسمانی تربیت کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس، دل کی پاکی اور روح کی بیداری کے معیارات اور تعلیمات بھی شامل ہیں- محض ظاہری تعلیم و تربیت اور کتابی قصے کہانیوں سے اخلاقیات کو بہتر نہیں بنایا جا سکتا بلکہ انسان کی روحانی فلاح و ترقی کیلئے ایک جامع نظام وضع کرنے کی ضرورت ہے- ظاہری اصول و قواعد صرف بُرے کاموں سے روکنے کیلئے رکاوٹ پیدا کر سکتے ہیں برائی کو جڑ سے ختم نہیں کر سکتے - جبکہ فکر سلطان الفقرؒ برائی پر اکسانے والی حس اور بُرے افعال کے بیج کو ہی نام ونشان سمیت حرف غلط کی طرح مٹا دیتی ہے-

Behaviourism and Reconstructionism کی توجہ معاشرتی مسائل کو تعلیم کے ذریعے حل کرنے اور ترقی پسندانہ اور سود مند رویے پیدا کرنے پر ہے-

> *"Schools should be the centers for the reconstruction of society and the creation of a new social order".*[10]

"سکول معاشرے کی تعمیر نو اور ایک نئے سماجی نظام کی تخلیق کے مراکز ہونے چاہیے"-

[10]George S. Counts (Dare the Schools Build a new social order?

ہر معاشرے کی اپنی ایک الگ ساخت اور معروضی حالات ہوتے ہیں- جیسے کوئی معاشرہ نسلی قومیت، کوئی خاص مذہبی نظریہ پر قائم اور کوئی آزاد خیال مادی تصور پر قائم ہوتا ہے- ہمارے معاشرے کی ساخت پر نسلی قومیت، سیاسی نظریات، مذہبی رہنماؤں اور اہل تصوف کا بڑا گہرا اثر پایا جاتا ہے- عمومی طور پر انہی کی پیروی کی جاتی ہے اور ان ہی کے تصور معاشرت کے زیر اثر معاشرے کے قیام کی کوششیں کی جاتی ہیں- یہ سب اپنی دانست میں بہترین مگر ایک دوسرے سے غیر متعلق اور بے ربط معاشرے کا قیام عمل میں لاتے ہیں- جس سے اجتماعی معاشرتی مقاصد میں تصادم پیدا ہو جاتا ہے اور ایک ہی ملک میں رہنے والے افراد ایک دوسرے سے مختلف اور لا تعلق بن جاتے ہیں- فکر سلطان الفقرؒ ان کی یکجہتی اور اتفاق کی متلاشی ہے جو فرد واحد اور معاشرے کو بیک وقت تینوں پہلوؤں (ظاہری، مذہبی اور روحانی پہلوؤں) میں فلاح یافتہ بنانے میں سرگرم عمل ہے اور معاشرے کی منتشر سوچ کو یکجا کر کے اجتماعی مطمع نظر کی سمت میں یکسوئی پیدا کرتی ہے- یہ فکر سلطان الفقرؒ کا کمال ہے کہ کسی ایک پہلو میں تربیت کی بجائے ظاہری، باطنی اور مذہبی امنگوں کے ربط کو قائم کر کے تینوں پہلوؤں میں فلاح یافتہ بناتی ہے- ہر پہلو کے ترقی کے اپنے تقاضے ہیں اور ان کی ہم آہنگی تینوں پہلوؤں پر دسترس رکھنے والی شخصیت ہی پیدا کر سکتی ہے- آپؒ کے زیر تربیت نہ صرف دور جدید کے تقاضوں کے مطابق کامیاب بلکہ مذہبی امنگوں کے حصول میں سرفہرست اور ساتھ ہی روحانی ترقی کے سفر پر گامزن ہیں-

فکر سلطان الفقرؒ کے ذریعے انسان میں مختلف طبقوں کے مابین مکالمے کی اہلیت اور ایسی حکیمانہ قدرت پیدا ہو جاتی ہے جو معاشرے کے مختلف پہلوؤں کے لئے نئی متفق سمت کا تعین کر سکتی ہے-

آپؒ نے اجتماعیت اور معاشرتی وابستگی کا درس دیا- اپنے وسائل اور اسباب کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھنا عصر حاضر کی جدید رہبانیت کی ایک شکل ہے- رہبانیت میں انسان

دنیا و معاشرے سے قطع تعلق ہو کے بیابانوں میں اکیلے اپنی ذات تک محدود ہو جاتا ہے اسی طرح اگر انسان کی جان و مال، اولاد، وقت، وسائل، ہنر، علم اور اسباب سے انسان اور معاشرے کی فلاح نہ ہو تو وہ عصر حاضر کی جدید رہبانیت کی ایک شکل ہے-

یہ حکمتِ ملکوتی، یہ علمِ لاہوتی
حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ ذکرِ نیم شبی، یہ مراقبے، یہ سرور
تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں

فکر سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کے طریق تعلیم و تلقین کے تجزیہ سے درج ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں جو عصر حاضر کی بنیادی ضرورت ہے:

- سلطان الفقرؒ کے طریق تعلیم میں کلیت پائی جاتی ہے جو عقل، حواس، وجدان، جذبے اور روحانی احساس کی تربیت پر مبنی ہے-
- آپؒ کی فکر کسی ایک پہلو میں ترقی کے بجائے جامعیت کی حامل ہے جس کا مقصد فرد اور معاشرے کا بیک وقت مادی، روحانی اور دینی فلاح ہے-
- آپؒ کے طریق میں باطنی فلاح کے ذریعے دینی اور دنیاوی امور میں مثبت اور تعمیری کردار ادا کرنا ہے-
- فرد کی روحانی ترقی کے ذریعے اس کا بالترتیب معاشرے، ملک، ملت، انسانیت، کائنات اور خالق سے ربط اور تعلق استوار کرنا ہے-
- کائنات کے مشاہدہ اور تسخیر کے ساتھ من کی دنیا کو مسخر کرنا ہے-

☆☆☆

عصرِ حاضر میں
بچوں کی اخلاقی تربیت
حیاتِ سلطان الفقر سے اسباق

لئیق احمد

انسان کے اخلاق اور کردار کا انحصار اس کی تربیت اور تعلیم پر ہوتا ہے- بچپن سے ہی آداب و احتیاط کے اسباق اگر ازبر کروادیئے جائیں اور وقتاً فوقتاً نگہبانی اور نصیحت کی جائے تو بچہ بڑے ہو کر بااخلاق و باکردار انسان بنتا ہے-

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

”کل مولود یولد علی الملة فأبواه یهودانه او ینصرانه او یشرکانه“[1]

”ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی، یا مشرک بناتے ہیں“-

بچے کی تربیت اور اسے ملنے والے ماحول کا بچے پر اس قدر گہرا اثر ہوتا ہے کہ اُسے جیسا بنایا جائے گا وہ ویسا انسان بنے گا- لہٰذا بچوں کی تربیت کے معاملے میں دینِ اسلام نے مکمل نصاب فراہم کیا ہے- حضور رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بچوں کے معاملے میں بے حد حساس تھے- حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

”لیس منا من لم یرحم صغیرنا، ویعرف شرف کبیرنا“[2]

”وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹے پر شفقت نہیں کرتا اور ہمارے بڑے کے شرف و فضل کو نہیں پہچانتا“-

بچے کی تربیت ایسی ہونی چاہئے کہ وہ سچے دین کا پیرو، باادب، بااخلاق، تعلیم یافتہ اور معاشرے کے لئے نفیس اور کارآمد انسان بن سکے- بچوں سے حسنِ سلوک اور اعلیٰ برتاؤ کرنا سنتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے- کتبِ احادیث میں درجنوں روایات ایسی موجود ہیں جو اس بات پہ دلالت پیش کرتی ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بچوں کے جذبات و نفسیات کو سمجھتے اور اس کے مطابق عمل مبارک فرماتے تھے- حضرت عبد اللہ بن حارث (رضی اللہ عنہما) بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کے صاحبزادگان کو ایک صف میں کھڑا کرتے اور فرماتے کہ جو میرے پاس پہلے آئے گا، اسے یہ یہ ملے گا، چنانچہ سب دوڑ کر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آتے، کوئی پشت پر گرتا اور کوئی سینہ مبارک پر آ کر گرتا، حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انہیں پیار کرتے اور اپنے جسم کے ساتھ لگاتے-[3]

بلاشبہ بچوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کی اخلاقی تربیت سیرتِ طیبہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اہم گوشہ ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت کے اولیاء کرام (رحمۃ اللہ علیہم) کی حیات و ارشادات بھی سیرتِ طیبہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عملی نمونے ہیں- اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو جب خطۂ پاکستان عطا فرمایا تو بعین اسی دن اپنے ایک ولیٔ کامل سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علیؒ کو بھی مبعوث فرمایا- آپؒ سنتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا پیکر تھے- آپؒ نے اپنی زندگی کو حضور رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سیرتِ

[1](صحیح بخاری، کتاب الجنائز)
[2](سنن ترمذی / سنن ابی داؤد، مسند احمد)
[3](مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: 1836)

طیبہ کے عین مطابق بسر فرمایا- بچوں کی تربیت آپؒ کی معمول کا حصہ تھا-

مزید برآں، زیرِ غور مقالہ آپؒ کی حیاتِ مبارکہ سے منتخب کردہ چند واقعات و اسباق پر مبنی ہے جس سے قارئین بچوں کی اخلاقی تربیت کے متعلق سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علیؒ کے ارشادات وواقعات سے مستفید ہو سکیں گے-

بچوں کے ساتھ آپؒ کا برتاؤ:

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ احترامِ انسانی کا تقاضہ ہے کہ بچوں سے جب مخاطب ہوا جائے تو ”آپ“ کہہ کر پکارا جائے- آپؒ اپنے اقرباء کو نصیحت فرماتے تھے کہ بچوں کا استقبال اٹھ کر کرو اور انہیں ”تُو“ کہہ کر نہ بلاؤ-

با خبر شو از مقامِ آدمی
اصل تہذیب احترامِ آدمی

جب کوئی آپؒ سے ملاقات کیلئے آتا تو آپؒ اپنی مکمل توجہ اس کی جناب مبذول کرتے، اس میں بچے یا بڑے کی کوئی تفریق نہ ہوتی بلکہ غالب یہی ہوتا تھا کہ آپؒ کی شفقت بڑوں کی نسبت بچوں پہ زیادہ ہوا کرتی تھی- سلطان الفقرؒ کا یہ اندازِ مبارک تھا کہ جب کوئی بھی بچہ آپؒ سے کچھ بھی عرض کرتا تو آپؒ اس کی جانب مکمل طور پر متوجہ ہوتے تھے- ہمہ تن گوش اس کی عرضی کو سماعت فرماتے تھے- آپؒ کا مشفقانہ انداز بڑوں اور چھوٹوں دونوں کے لئے باعثِ مسرت ہوا کرتا تھا- آپؒ بچوں کو مخاطب فرماتے تو حال احوال دریافت کرنے سے قبل ہمیشہ ’بیٹا جی‘ فرماتے- گفتگو کے دوران ہمیشہ شیریں لہجہ اور دھیمی آواز ہوا کرتی جو دلوں کو فتح کر لیا کرتی تھی-

شفقت و رحمت کی حد یہاں تک تھی کہ ایک دفعہ جب بچے آپ کے حضور پیش ہوئے تو آپؒ نے انہیں اپنے بازوؤں میں اٹھا لیا حالانکہ بازیچۂ اطفال کے باعث ان پہ مٹی اور گرد لگی ہوئی تھی مگر آپؒ ان سے اس قدر محبت فرماتے کہ ان سے اظہارِ محبت کرنے میں کبھی بھی کراہت نہ فرمایا کرتے-

آپؒ کی بارگاہ کی معیت حاصل رکھنے والے ایک ساتھی نے بتایا کہ ایک دفعہ کوئی اپنے بیٹے کو آپؒ کی بارگاہ میں لایا اور ملتجی ہوا کہ یہ بہت زیادہ بگڑ گیا ہے اور چوری چکاری بھی کرنے لگا ہے- کئی طریقے اپنائے کہ اسے سدھارا جائے حتیٰ کہ رہنمائی (counseling) بھی کروائی گئی لیکن کوئی خاص فرق واضح نہ ہو سکا- آپؒ نے اسے اپنے پاس بٹھایا، حال احوال اور اس کی تعلیم کے متعلق دریافت فرمایا، ”بیٹا جی“ کر کے اس سے محوِ گفتگو رہے، ہر جملے کے آخر میں ”جی“ کی اضافت فرماتے رہے، اسے سلطان العارفینؒ کی تصانیف کے مطالعہ کا فرمایا، دستر خوان لگا تو سب سے پہلے اس کے آگے کھانا رکھنے کا فرمایا بلکہ اپنے دستِ شفقت سے اس کی پلیٹ میں کھانا ڈالا، محبت و شفقت کا عالم انتہا پہ تھا، نتیجتاً اس پہلی نشست میں ہی اس کے وجود پہ آپ کی مہربانی و شفقت اثر انداز ہونا شروع ہو گئی- بعد ازیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے کرم سے اس کا وجود بااخلاق اور باکردار ہو گیا-

جب بھی کوئی اپنی اولاد کے نافرمان ہونے کا عرض کرتے تو سلطان الفقرؒ فرماتے کہ آپ انہیں ہمارے پاس لے آئیں، جب وہ کچھ دن آپ کی صحبت میں رہتا تو ادب و محبت کے حصول کے بعد ایسی مہربانی ثبت ہوتی کہ باقیوں سے زیادہ فرمانبردار اور دین دار بن کر ابھرتا-

والدین کا احترام:

آپؒ کے پاس جب بچے آتے تو آپؒ نہایت شفقت فرماتے بالخصوص اگر کوئی یتیم آپؒ کے حضور پیش ہوتا تو آپؒ اس کے سر پہ شفقت والا ہاتھ رکھتے- آپؒ بچوں کو ہمیشہ والدین، احباء و اقرباء سے حسنِ سلوک کی تلقین فرمایا کرتے تھے-

یہ ادب و محبت آپؒ کے وجود مبارک میں آپؒ کے والد گرامی کی تربیت کا نتیجہ تھی- آپؒ کا اپنے والدِ گرامی کے ساتھ تعلق انتہائی مؤدبانہ تھا، آپؒ اپنے والدِ گرامی حضرت سلطان محمد عبد العزیزؒ سے پدر و پسر کے رشتے کے بجائے مرشد اور طالب کے رشتے سے زیادہ پہچانے جاتے تھے- بے حد فرمانبردار اور بردبار شخصیت تھے، کبھی بھی اپنے والد و مرشد کی کسی بات کی نافرمانی نہ کی ہمیشہ سر تسلیم خم فرمایا- جب آپؒ کی والدہ ماجدہ اس دنیا سے رحلت فرما گئیں تب آپؒ اپنی عمر کے چھوٹے حصے میں تھے- اپنی والدہ ماجدہ سے آپؒ کی محبت و عقیدت کو بیان کرتے ہوئے صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب فرماتے ہیں:

”جب آپؒ کی والدہ ماجدہؒ کا انتقال ہوا تو آپؒ 23 رمضان المبارک کو اپنی والدہ ماجدہ کے ایصال ثواب کیلئے ختم پاک کا اہتمام فرماتے اور کوشش فرماتے کہ 23 رمضان المبارک دربار شریف پر آئے- مجھے یاد ہے کہ آخری سال سے کچھ ایک دو سال پہلے جب 23 رمضان المبارک دورانِ شکار آیا تو آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ میری والدہ ماجدہ کا ختم ہے مَیں شکار چھوڑ کر وہاں ختم پہ جاؤں گا، حالانکہ آپ شکار چھوڑ کر کہیں تشریف نہیں لے جاتے تھے- آپؒ 23 رمضان المبارک کو وہاں تشریف لائے- آپؒ اکثر ایک بات فرمایا کرتے تھے کہ میری والدہ کو یہ شرف نصیب ہے کہ وہ ایک بڑے شیخ کامل کی زوجہ تھیں اور دوسرا شرف انہیں یہ نصیب ہے کہ انہوں نے جتنے بھی بچوں کو جنم دیا ہے ان میں کوئی بھی تارکِ شریعت نہیں ہے اور تیسری بات آپؒ یہ فرماتے تھے کہ جن بچوں کو انہوں نے جنم دیا ہے ان میں کسی کے کردار پر بھی شک نہیں ہے“-

والدین کو نصیحت:

آپؒ ہمیشہ والدین سے بچوں کے بارے میں پوچھ گچھ فرماتے تھے- ان کی تعلیم و تدریس کے حوالے سے آگاہی لیا کرتے تھے- آپؒ نے ہمیشہ تشدد کی نفی فرمائی ہے- آپؒ محبت، شفقت، پیار اور اخلاق کے ساتھ احساس اجاگر کرنے کے قائل تھے اور اپنی صحبت میں رہنے والے افراد کو بھی یہی نصیحت فرماتے کہ بچوں کی تربیت اپنے اخلاق اور کردار سے کریں- کیونکہ یہ ایک فطری عمل ہے کہ بچہ جو مشاہدہ کرتا ہے اسے اپنالیتا ہے-

صدق و حیاء کی تلقین:

وہ تمام تر اشخاص جنہوں نے آپؒ کے سایۂ شفقت میں پرورش پائی ہے ان کے وجود میں لازماً اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک (ﷺ) کی محبت کے ساتھ ساتھ وفا، غیرت، حیاء اور ادب درجۂ کمال پہ پایا جاتا ہے- آپؒ اپنے عقیدت مند ساتھیوں سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر اپنی اولاد کو باحیاء اور سچا دیکھنا چاہتے ہیں تو اپنے اندر حیاء پیدا کرنی چاہئے اور پہلے اپنے کردار میں صدق و سچائی ہونی چاہیے- سلطان الفقرؒ حیاء کے معاملے میں بے حد حساس تھے- آپؒ ارشاد فرماتے تھے کہ اگر اس بات کا ہمیشہ خیال رکھیں کہ جو خاتون آپ سے عمر میں بڑی ہیں وہ آپ کی والدہ کی حیثیت رکھتی ہیں، جو آپ کی ہم عمر ہیں وہ آپ کی بہن اور جو آپ سے چھوٹی ہیں وہ آپ کی بیٹی کا درجہ رکھتی ہیں-

آپؒ ہمیشہ بچوں کو صدق اختیار کرنے کی تلقین فرمایا کرتے- آپؒ کا سمجھانے کا انداز اتنا مؤثر ترین تھا کہ اطفال کے وجود میں صدق ایسا راسخ ہوا کہ عصرِ حاضر میں وہ تمام اشخاص پیکرِ صدق و حیاء بن کر معاشرے میں اخلاق کے اثبات کا عملی جامہ ہیں- فسق و فجور، بدلحاظی، بے ادبی و دیگر اخلاقی برائیاں ان کے وجود سے صادر نہیں ہوتیں کیونکہ آپؒ کی صحبت اور نگاہِ کرم نے انہیں ان اعمالِ رزیلہ کے انجام دینے سے ہمیشہ پاک رکھا- عالم یہ ہے کہ آپ کے تربیت یافتہ افراد اگر کسی گھر پہ جائیں تو ان کی نگاہیں قدموں سے تجاوز نہیں کرتیں، حیاء کا پہلو ہمیشہ ان کے وجود پہ غالب رہتا ہے-

عزتِ نفس کا پاس رکھنا:

سلطان الفقرؒ جہاں لوگوں سے محبت اور شفقت فرماتے وہیں ان کی عزتِ نفس کا بھی خیال فرماتے تھے- آپؒ ہمیشہ لوگوں کی دلجوئی فرماتے، ان کی ڈھارس باندھتے اور کسی کی کجی کو کمی نہ گردانتے بلکہ اعلیٰ اخلاق اور وسیع ظرف کے ساتھ

لوگوں سے ملتے کہ وہ آپ کا اثر قبول کئے بغیر نہ رہ پاتے تھے۔

ایک مرتبہ آپؒ نے اپنے صاحبزادے، صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب کو کسی کام کے سلسلے میں کہیں بھیجا تو جاتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ:

"بیٹا ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ ڈیوٹی کیلئے جا رہے ہیں، یہ اپنی ساری زندگی کا اصول بنالیں کہ اگر آپ کسی کے گھر جاتے ہیں اور وہاں آپ کے سامنے جو کھانا پیش کیا جاتا ہے اگر میزبان آپ کے ساتھ موجود ہو اور آپ محسوس کریں کہ کھانے میں نمک کم ہے چاہے نمک ساتھ رکھا ہو، پھر بھی آپ نے کھانے میں نمک نہیں ڈالنا کیونکہ میزبان نے اتنی محبت سے وہ کھانا تیار کیا ہوتا ہے مگر جب آپ نمک ڈالیں گے تو آئندہ دعوت تک اس کے ذہن میں یہی رہے گا کہ خدمت میں کمی رہ گئی جو کہ اس کی دل آزاری ہے"۔

یعنی اس قدر معمولی اور نظر انداز کر دینے والے عمل پہ بھی آپؒ خصوصی توجہ فرمایا کرتے تھے تاکہ کسی بھی طرح کسی شخص کو تکلیف نہ پہنچے۔

سنتِ نبوی (ﷺ) اور آپؒ کا معیارِ تربیت:

عصرِ حاضر میں پُر فتن ماحول، احترامِ انسانی کی بے وقعتی اور اخلاقی تربیت کی عدم دستیابی عام ہونے کی وجہ سے بے شمار برائیاں جنم لے رہی ہیں۔ اس دور میں بلاشبہ سلطان الفقرؒ کی معیاری تربیت کا طریقہ کار اپنا کر بچوں کی اعلیٰ اخلاقی تربیت کی جاسکتی ہے۔ اگر یہی معیاری تربیت جو کہ ہمیں سیرتِ نبوی (ﷺ) سے ملتی ہے، اسے عملی طور پہ دیکھنا ہو تو چاہئے کہ سلطان الفقرؒ کے صاحبزادگان کو دیکھ لیا جائے۔

حضور نبی کریم (ﷺ) کے ارشادِ مبارک کی روشنی میں آپؒ نے اپنے تینوں صاحبزادوں کی ایسی تربیت فرمائی کہ ان کے وجود میں حضور رسالتِ مآب (ﷺ) کی محبت، مؤدت، آپ (ﷺ) کے اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی محبت اور قرآن مجید کی محبت ایسے جاگزیں ہوئی کہ جن کے چشموں سے لاکھوں تشنگان فیض یاب ہو رہے ہیں۔ صاحبزادگان کے بچپن میں معمول تھا کہ آپؒ ان سے تاریخ اسلام کے مطالعے، ایثار و جذبہ کے قصے، خدمتِ انسانی کے دروس، حضور نبی کریم (ﷺ) کی ذات پہ سب کچھ قربان کر دینے کے واقعات کا بارہا تذکرہ فرماتے۔ اوصافِ حمیدہ ہوں یا

اخلاقِ کاملہ، قوم و ملت کی خدمت کا جذبہ ہو یا حضرتِ انسان کی عظمت کا معاملہ، آپؒ کے صاحبزدگان نے یہ سب آپؒ کی تربیت سے ہی حاصل کیا ہے۔ جس کے باعث آج ملک بھر میں اور عالمی سطح پر دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت اور پاکستان کی خدمت کے فرائض بطریقِ احسن انجام دے رہے ہیں۔

حرفِ آخر:

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ امن، ایثار، مساوات اور الفت پہ قائم ہو تو نہایت ضروری ہے کہ اپنے بچوں کی اخلاقی تربیت پہ خاصہ زور دیں اور انہیں ایک ایسا سازگار ماحول مہیا کریں جس میں وہ اپنی جسمانی، عقلی اور روحانی نشو نما پا سکیں۔ صوفیائے کرام (رحمۃ اللہ علیہم) نے سیرتِ طیبہ (ﷺ) کی روشنی میں تربیتِ اولاد کے اصول وضع فرمائے اور انہیں عملی طور پہ انجام دے کر دکھایا۔ اب ہمارا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ ہم ان طریقوں اور نصیحتوں کو اپنے دامن سے وابستہ کر لیں تاکہ ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی سنور سکے۔

☆☆☆

سُلطان الفقر کی بصیرت

سبز خانقاہ کے قیام کی سعی جمیلہ

انجینئر رفاقت ایچ ملک

خالق کائنات نے سارے جہاں کو ایک خاص ترتیب اور مقدار سے پیدا فرمایا جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ“[1]

”جس نے سات آسمان بنائے ایک کے اوپر دوسرا تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دیکھتا ہے تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے“-

اللہ رب العزت کی صناعی میں ذرا برابر بھی بے ترتیبی یا عدم تناسب نہیں- پوری کائنات میں واحد ایک انسانی کرۂ ارض ہے جہاں انسانی زندگی موجود ہے ورنہ کسی بھی دیگر سیارے پر انسانی زندگی کا نشوونما پانا اور زندہ رہنا بعید از قیاس ہے-اس کی وجہ یہ ہے کہ جس خاص مقدار میں آکسیجن، پانی، درجہ حرارت، زمین کا سورج سے فاصلہ، زمین کی کشش ثقل، زمین کے چاند کا حجم غرضیکہ ہر ایک مقدار کے حساب میں ذرا برابر بھی ردوبدل نہیں ہو سکتی-خالق کی صناعی کا کوئی پہلو بھی ذرا سا متاثر کرنے سے زمین پر انسانی زندگی کے امکانات معدوم ہو جاتے ہیں-ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ“[2]

”سورج اور چاند حساب سے ہیں“-

اگر سورج سے زمین کا فاصلہ زیادہ ہوتا تو زمین پر شدید سردی ہوتی اگر یہ فاصلہ کم ہوتا تو یہاں جھلسا دینے والی گرمی ہوتی-قدرتی آبی نظام کا وجود نہ ہوتا تو زمین کی فضا بکھر جاتی- اسی طرح چاند کا زمین سے فاصلہ اور اس کے حجم کے باعث خاص مقدار کی کشش ثقل کرۂ ارض کے ماحول کو قائم رکھنے میں کلیدی کردار ادا کیے ہوئے ہے-

خالق کے اس خاص مربوط، توازن کو سائنسدان بہترین ترتیب (fine tuning) کا نام دیتے ہیں-بہترین ترتیب میں ردوبدل تمام انسانیت اور زمینی حیات کی تباہی کا باعث بن سکتی ہے-گزشتہ دو صدیوں میں صنعتی انقلاب کے بعد انسان نے قدرت کے اس نظام کے ساتھ تخریبی عمل شروع کیا جس کا رد عمل اب انسانیت کو بھگتنا پڑ رہا ہے-اس تخریبی عمل میں ایک بڑا حصہ گرین ہاوس گیس کا ہے جو حیاتیاتی ایندھن کو جلانے کی صورت میں پیدا ہوتی ہے-گزشتہ برس پچپن بلین ٹن کاربن ڈائی آکسائید کا اخراج کیا گیا- فضا اور سمندری پانی میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار تیزی سے بڑھ رہی ہے اور اس کی وجہ کوئلہ، تیل اور گیس جلا کر توانائی کا حصول ہے- مزید بر آں انسان زراعت اور نئی آبادکاریوں کیلیے جنگلات کا بے دریغ کٹاؤ کر رہا ہے اور اس کی صنعتی سرگرمیوں میں بھی

[1](الملک:3)

[2](الرحمٰن:5)

تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے- ان عوامل کے باعث ہماری آب و ہوا آلودہ ہو رہی ہے- عالمی ادارہ صحت کے مطابق سال 2012ء میں ہر نو اموات میں سے ایک موت آلودہ ہوا سے بننے والی بیماریوں کے باعث ہوئی ہے- جنگلات کے بے دریغ کٹاؤ کا جائزہ لیا جائے تو دیکھا جاسکتا ہے کہ آج ہماری زمین کا صرف 30 فیصد حصہ جنگلات سے ڈھکا ہوا ہے، جبکہ تقریباً 12000 برس قبل زمین کا 60 فیصد حصہ جنگلات سے ڈھکا ہوا تھا- اس وقت دنیا کی آبادی تقریباً آٹھ ارب کے قریب ہے جو 2050ء میں تقریباً 10 ارب ہو جائے گی- علاوہ ازیں گرین ہاوس گیسز کے اخراج سے زمینی درجہ حرارت میں اضافہ ہو رہا ہے- فضائی آلودگی اور بڑھتے درجہ حرارت سے برف پگھلنے کا عمل تیز ہوسکتا ہے- ان تبدیلیوں سے پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان، بھارت، بھوٹان، چین، میانمار اور نیپال متاثر ہو رہے ہیں- پاکستان میں حالیہ سیلاب کی تباہ کاریاں بھی ماحولیاتی تبدیلی کا نتیجہ ہیں- ایک سائنسی تحقیق کے مطابق ماحولیاتی تبدیلی کی وجہ سے کرۂ ارض پر موجود 40 فیصد حشرات معدوم ہونے کا خطرہ ہے- حشرات الارض انسانی زندگی کیلئے کلیدی اہمیت رکھتے ہیں اور یہ 75 فیصد تخم کاری کا باعث بنتے ہیں، یہ مٹی کو زرخیز بناتے ہیں اور اس میں موجود ضرر رساں کیڑوں کی تعداد بھی ضبط میں رکھتے ہیں-

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں از حد ضروری ہے کہ انسان اپنے رہن سہن کے ماحول اور طرز زندگی کو ماحول دوست بنائے- اس وقت انسانیت کا المیہ یہ ہے کہ ہر جانب ذاتی مفادات کی جنگ جاری ہے وہ چاہے عالمی سطح ہو، ملکی سطح ہو یا معاشرتی سطح ہو- ایسی شخصیات مفقود نظر آتی ہیں جو انسانیت کو درپیش مسائل پہ بے لوث اقدام اٹھائیں- ماحولیاتی آلودگی سے نمٹنے کے لیے ”پیرس ماحولیاتی معاہدے“ سے کچھ ممالک کا پیچھے ہٹنا اس مفاد پرستی کی مثال ہے- اس بین الاقوامی چیلنج پہ تمام اقوام کو اپنا کردار ادا کرنا ہے- صرف حکومتیں یا عالمی ادارے اس سے نبرد آزما نہیں ہو سکتے بلکہ اس زمین پہ بسنے والے ہر ذی شعور کی ذمہ داری ہے کہ اپنے حصہ کا فرض پورا کرے- تعلیم، سپورٹس، آرٹس کے ساتھ منبر و محراب کی بھی ذمہ داری ہے کہ اس عالمی مشکل میں کردار ادا کریں- اگر منبر و محراب کی بات کریں تو یقیناً اور بھی مثالیں موجود ہونگی، مگر سلطان العارفین حضرت سلطان باھُوؒ کے خانوادگان میں سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علیؒ اور آپ کے جانشین صاحبزادہ سلطان محمد علی صاحب نے اس عالمی مشکل کا بروقت ادراک فرماتے ہوئے خانقاہ عالیہ پہ ماحول دوستی کو فروغ دیا ہے اور ایسے اقدامات فرمائے ہیں کہ جو خانقاہ عالیہ اور اس کے گرد و نواح کیلئے تو باعث خیر بن ہی رہے ہیں ساتھ ساتھ لاکھوں زائرین و ارادتمندوں کیلئے بھی بہترین تربیت و پیغام ہیں کہ کس طرح اپنے گھروں، سکولوں / دیگر اداروں اور گرد و نواح کو ماحول دوست بنایا جاسکتا ہے-

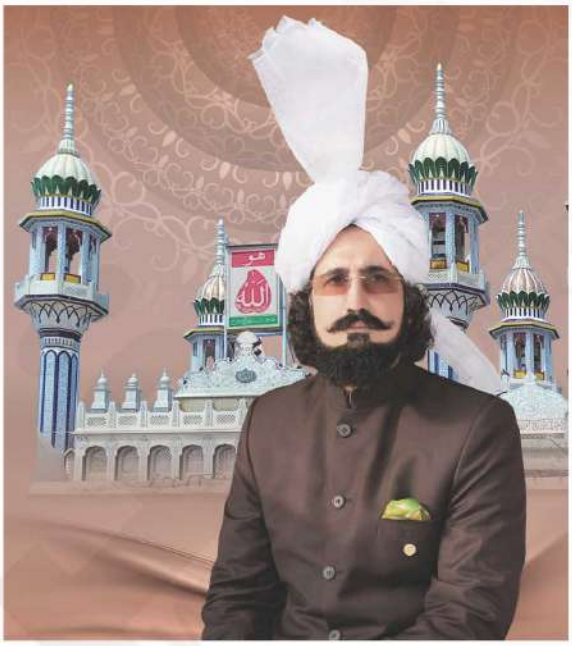

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ اور صاحبزادہ سلطان محمد علی صاحب جیسی شخصیات کی زندگی ایک مشعل راہ ہے جنہوں نے ہمیشہ قومی مفادات و عالمی سطح پہ انسانیت کو درپیش مسائل پہ اپنے حصہ کا فریضہ ادا کرتے ہوئے مثبت کردار ادا کیا- آپ کی بصیرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے ہمیشہ ماحول دوست طرز زندگی کی حوصلہ افزائی کی- مزید ایسے تمام امور پہ اپنے پیروکاروں کی حوصلہ افزائی کی جن کا تعلق شجر کاری، جنگلات کے کٹاؤ کی

حوصلہ شکنی، قیمتی اشیاء کی ری سائیکلنگ، پانی کے استعمال میں احتیاط، پاکیزگی و صفائی- سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کے فراست پر مبنی نظریہ سے خانقاہ حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیزؒ کو ایک ’’سبز خانقاہ‘‘ بنانے کیلئے جانشین سلطان الفقر صاحبزادہ سلطان محمد علی نے ایسے اقدام متعارف کروائے ہیں جو قابل تقلید ہیں- ذیل میں ان اقدامات کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے:

قابل تجدید توانائی کا ذریعہ:
Renewable energy resource

نامیاتی ایندھن سے توانائی حاصل کرنا ماحولیاتی آلودگی کی ایک بڑی وجہ ہے- اس کا حل یہ ہے کہ قابل تجدید توانائی کا ذریعہ اختیار کیا جائے جس میں فضائی آلودگی کا شائبہ نہ ہو- خانقاہ حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیزؒ پہ قابل تجدید توانائی کا ذریعہ شمسی توانائی کا استعمال کیا جاتا ہے جو نہ صرف ماحول دوست ذریعہ توانائی ہے بلکہ قومی گرڈ پر بھی بوجھ کم کرتا ہے اور اگر اس ذریعہ توانائی کو استعمال کیا جائے تو پاکستان کے خطیر درآمدنی خرچے پر بھی قابو پایا جا سکتا ہے- علاوہ ازیں خانقاہ پہ توانائی کا ایک ذریعہ حیاتیاتی گیس ہے جو کہ خانقاہ کے موجود مویشیوں کے گوبر سے بنائی جاتی ہے- جس سے توانائی کا انحصار نامیاتی ایندھن کی بجائے قدرتی قابل تجدید ذریعہ پہ منتقل ہو جاتا ہے-

توانائی کے اسراف پہ قابو:

ماحولیاتی آلودگی / کاربن اخراج پہ قابو پانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ توانائی کے اسراف پہ قابو پایا جائے- نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری، نہ اسراف میں توانائی استعمال ہو نہ پیداوار رہے اور نہ ہی اس کے مضر اثرات مرتب ہوں- خانقاہ حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیزؒ پر اس بات کا سختی سے نفاذ کیا گیا ہے کہ کسی بھی برقی آلہ کا غیر ضروری استعمال نہ ہو- خانقاہ پہ ہر جانب مُستعد ایل ای ڈی بلب کا استعمال کیا گیا ہے- علاوہ ازیں سادہ طرز زندگی اپنایا گیا ہے جس سے نہ صرف فی کس کاربن فٹ پرنٹ (ایک شخص کے توانائی یا دیگر عوامل کے باعث فضا میں شامل ہونے والی کاربن ڈائی آکسائیڈ کا اخراج) کم ہوتا ہے بلکہ فاضل اشیاء کی پیداوار کم سے کم ہوتی ہے- مزید بر آں خانقاہ پہ استعمال ہونے والی ہر شے کو استعمال کے بعد ناکارہ پھینکنے کی بجائے از خود ممکن دوبارہ کسی کارآمد استعمال میں لایا جاتا ہے مثلاً لنگر خانے میں کھانے کے بعد بچ جانے والی ہڈیوں کو بھی دیگر پرندوں کی خوراک کیلیے استعمال کیا جاتا ہے- جس سے خانقاہ کے کوڑا کرکٹ کی پیداوار میں بہت کمی واقع ہوتی ہے جس کا بالواسطہ تعلق ماحولیاتی تحفظ اور بلاواسطہ تعلق توانائی کے استعمال میں بچت سے ہے- کوڑا کرکٹ کے لئے Waste Management کا مکمل طریقہ کار وضع کیا گیا ہے- آدمی دیکھ کے دنگ رہ جاتا ہے کہ مدرسہ اور سکول کے سینکڑوں طلباء اور دیگر شعبہ جات کے سینکڑوں کارکنان مستقل رہائش پذیر ہیں، ان کے علاوہ ہزاروں زائرین و مریدین روزانہ آتے جاتے ہیں مگر کسی جگہ کوڑا کرکٹ نظر نہیں آتا- کئی ایک احباب تو خوش طبعی میں تعریف کرتے ہوئے اسے ’’سلطانی کنٹونمنٹ‘‘ کہتے ہیں کہ پاکستان میں ایسی صفائی اور ایسا نظم و ضبط صرف کنٹومنٹس میں ہی دیکھنے کو ملتا ہے جیسا کہ صاحبزادہ سلطان محمد علی صاحب کی خانقاہ و مدرسہ میں ہے-

پانی ضائع کرنے کی ممانعت:

پانی کا غیر ضروری استعمال نہ صرف ایک قیمتی نعمت کا ضیاع ہے بلکہ اس کی ترسیل پہ ضائع ہونے والی توانائی ماحولیاتی آلودگی کا باعث بھی بنتی ہے- رسول اکرم (ﷺ) نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو پانی کے ضائع ہونے سے بچانے کے لئے جس قدر تاکید فرمائی ہے آدمی پڑھ کر حیران ہو جاتا ہے-

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ:

"رسول اللہ (ﷺ) نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا تو ارشاد فرمایا اسراف نہ کرو، اسراف نہ کرو"-

خانقاہ حضرت سلطان محمد عبد العزیزؒ پہ اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ پانی کی ایک بوند بھی ضائع نہ ہونے پائے اور مستعمل پانی کا زیر زمین ذخیرہ کر کے کھیتوں کی آب پاشی کیلیے استعمال کیا جاتا ہے-

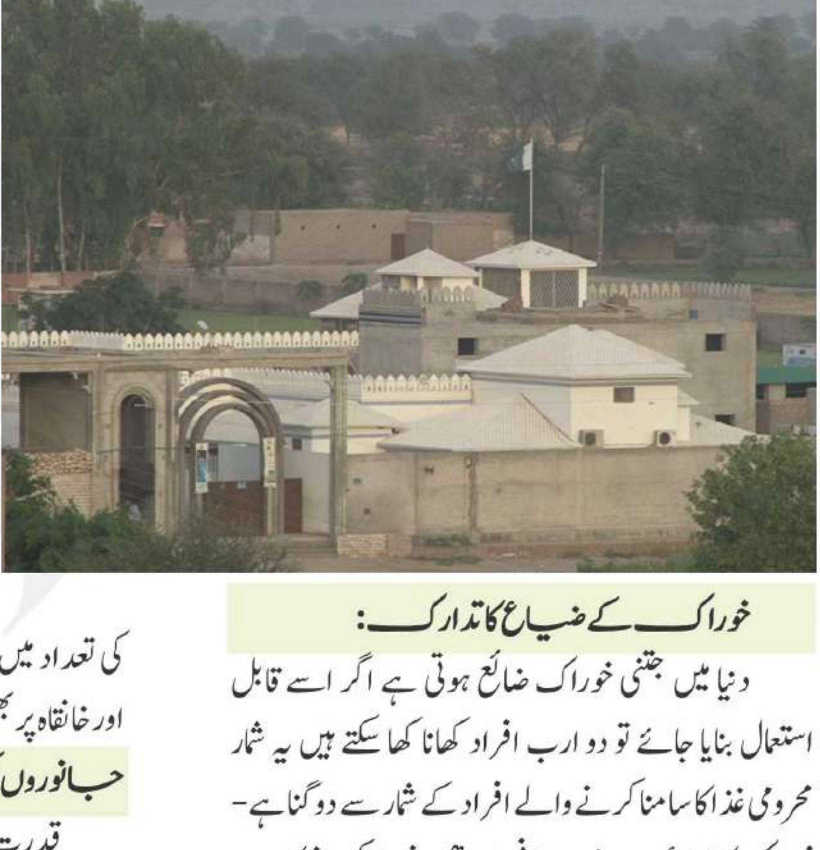

خوراک کے ضیاع کا تدارک:

دنیا میں جتنی خوراک ضائع ہوتی ہے اگر اسے قابل استعمال بنایا جائے تو دو ارب افراد کھانا کھا سکتے ہیں یہ شمار محرومی غذا کا سامنا کرنے والے افراد کے شمار سے دوگنا ہے- خوراک کا ضیاع نہ صرف اضافی ایندھن خرچ کرنے کا سبب بنتی ہے بلکہ اس کے تحلیل ہونے سے میتھین گیس پیدا ہوتی جو گلوبل وارمنگ کا سبب بنتی ہے-

حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) دعا فرمایا کرتے تھے کہ:

"یا اللہ! میں تجھ سے تیری نعمت کے زائل ہو جانے، تیری عافیت کے پلٹ جانے، اچانک مصیبت آ جانے اور تیری ہر قسم کی ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں"-

خانقاہ حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیزؒ کے لنگر خانے پہ ہر خاص و عام کو لنگر پیش کیا جاتا ہے لیکن ضائع ہونے والی خوراک کا تناسب انتہائی کم ہے اور کھانے کے بعد بھی جو اجزاء بچتے ہیں ان کو کارآمد بنایا جاتا ہے جس میں حیوانوں کے لئے چارہ وغیرہ شامل ہے-

شجر کاری کی ترغیب:

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ نے ہمیشہ شجر کاری کی ترغیب دی اور درختوں کی حفاظت کی ہدایت کی- سیرت النبی (ﷺ) کی روشنی میں شجر کاری کی ترغیب کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"اگر قیامت کی گھڑی آ جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں پودا ہے اور وہ اس کو لگا سکتا ہے تو لگائے بغیر کھڑا نہ ہو"-[3]

زمینی اور فضائی آلودگی سے نجات پانے کا ایک ذریعہ شجر کاری ہے جو کاربن ڈائی آکسائیڈ کے خاتمے اور آکسیجن کی افزودگی کا بہترین ذریعہ ہے- حضرت سلطان محمد عبد العزیزؒ کی خانقاہ سے منسلک جگہوں پر ہزاروں کی تعداد میں پھلدار پودے (زیتون و دیگر) لگائے گئے ہیں اور خانقاہ پر بھی ہر طرف ہریالی دیکھنے کو ملتی ہے-

جانوروں کی حفاظت:

قدرت کے کارخانے میں موجود ہر شے کسی مقصد کے لیے بنائی گئی ہے چاہے وہ ایک معمولی سا کیڑا ہو، جنگلی حیات ہو یا ایک جانور- بہترین مرتب (fine tuned) حیاتیاتی نظام

میں جانوروں کی بقاء کا ایک کلیدی کردار ہے- اس ضمن میں حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کی بصیرت پھر انسانیت کی راہنمائی فرماتی ہے اور آپ کے عظیم خلق سے یہ سبق ملتا ہے کہ جانوروں کی بہترین نگہداشت، ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور بلا ضرورت کسی پرندے یا جانور کو ہلاک نہ کیا جائے- خانقاہ پہ جانوروں کی حفاظت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے- تازی داری میں خانقاہ حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیزؒ اپنی مثال آپ ہے جہاں گھوڑوں کی بہترین نگہداشت کی جاتی ہے- خانقاہ پہ گھوڑوں کی معدوم نسل (شئین) کو خاص طور پہ بچا (preserve) کے رکھا گیاہے جو کہ حیاتیاتی ماحول کے تحفظ کے حوالے سے ایک خوش آئند قدم ہے-

پاکیزگی اور صفائی کی تاکید:

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ نے سیرت طیبہ کی روشنی میں باطن کی صفائی کے ساتھ ساتھ ظاہری پاکیزگی و صفائی ستھرائی پہ ہمیشہ بہت زور دیا- پاکیزگی اور صفائی کے اعتبار سے اسلام سے بڑھ کر کوئی مذہب نہیں ہے- آپ نے اپنے پیروکاروں کو اجسام سمیت اپنے آس پاس کے ماحول کو بھی صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا ہے- جیسا کہ حضور نبی کریم (ﷺ) کا فرمان ہے:

’’اَلطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ‘‘

’’پاکیزگی نصف ایمان ہے‘‘-

ذاتی صفائی ستھرائی کے علاوہ سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ نہ صرف راستوں تک کو صاف ستھرا رکھنے کی ترغیب دیتے بلکہ اس کا اہتمام بھی فرماتے تھے-

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

’’ایک آدمی نے قطعاً کوئی نیکی نہیں کی سوائے ایک کانٹے دار ٹہنی کو راستے سے ہٹانے کے، خواہ اسے درخت سے کاٹ کر کسی نے ڈال دیا تھا یا کسی اور طرح پڑی تھی تو اس تکلیف دہ چیز کو (راستے سے ہٹانا) اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور اس کی وجہ سے جنت میں داخل فرمادیا‘‘-

حرفِ اختتام:

حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ اور آپ کے جانشین صاحبزادہ سلطان محمد علی صاحب کا انداز تربیت پہلے خود پیکر مثال بننا ہے- کیونکہ اگر تھیوری کا پریکٹیکل عملی کردار کی صورت میں پیش کر دیا جائے تو مقصد کی خاطر زبانی لسانی تبلیغ کی ضرورت کم رہ جاتی ہے اور لوگ عمل کے حسن کو دیکھ کر خود ہی راغب ہوتے ہیں اور اسے اختیار کرتے ہیں- خانقاہ عالیہ کی حاضری روحانی فیضیابی کے ساتھ ساتھ ہمارے عہد کے عالمی مسائل میں ہمیں ایک ذمہ دار شہری کا کردار ادا کرنے پہ بھی مائل کرتی ہے- کاش کہ منبر و محراب میں عمل کا یہ شیوہ عام ہو جائے-

☆☆☆

تعلیماتِ سُلطان الفقرؒ اور ٹیم ورک

حافظ محمد شہباز عزیز

انسان اپنے تہذیبی و سماجی ارتقاء سے ہی مدنی الطبع اور اجتماعیت پسند واقع ہوا ہے جو معاشرے سے الگ تھلگ زندگی گزارنے کا سوچ بھی نہیں سکتا، بلکہ بطور سماجی فرد کے وہ ہر معاملے میں جماعتی نظم کا محتاج ہے- تمدن و معاشرت کا بنیادی فلسفہ بھی یہی ہے کہ معاشرے کے کارآمد رکن کی حیثیت سے انسان ابنائے جنس کے حقوق کا پاس رکھتے ہوئے معاملاتِ زندگی میں اُن کا ہاتھ بٹائے کیونکہ کسی بھی معاشرے کی ترقی و بہتری کا انحصار وہاں بسنے والے افراد کی متفقہ کوشش و کارگردگی اور باہمی تعاون پر منحصر ہوتا ہے، اگر ایسا نہ ہو تو معاشرہ اپنی اجتماعی ساکھ اور استحکام (معاشرتی بقاء کی ضمانت) کھو بیٹھتا ہے جو مثالی معاشرے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے-

باہمی تعاون اور اجتماعی کوشش کیلئے انگریزی میں ٹیم ورک (Teamwork) کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جو کسی بھی مکانِ کار (Workplace)، ادارے اور جماعت یا تنظیم کا جزوِ لازم ہے-

بنیادی طور پر لوگوں کا مل جل کر باہمی تعاون کرتے ہوئے کوئی کام سر انجام دینا ٹیم ورک کہلاتا ہے- جدید کاروباری اور اداریاتی و تنظیمی اعتبار سے ٹیم ورک کی مختلف تعریفات بیان کی جاتی ہیں- کیمبرج ڈکشنری کے مطابق ٹیم ورک:

> *"The combined actions of a group of people working together effectively to achieve a goal[1] ".*

”کسی مقصد کے حصول کیلئے مؤثر طریقے سے لوگوں کے ایک گروہ کے مشترکہ اعمال ہیں“-

جے- سکارنتی (J.Scarnati) نے ٹیم ورک کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> *"Teamwork is a cooperative process that allows ordinary people to achieve extraordinary results[2] ".*

”ٹیم ورک تعاون پر مبنی ایک طریقہ کار ہے جو عام لوگوں کو غیر معمولی نتائج کے حصول کی اجازت دیتا ہے“-

ایک اور تعریف کے مطابق:

> *"Teamwork is the collaborative effort of a group to achieve a common goal or to complete a task in the most effective and efficient way[3] ".*

---

[1]https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/teamwork
[2]https://www.wittenborg.eu/what-makes-effective-team-work.htm#:~:text=Scarnati%20(2001%2C%20p.,solution%20than%20an%20individual%20can.
[3]https://studymafia.org/free-download-teamwork-ppt/

"ٹیم ورک ایک مشترکہ مقصد کے حصول یا کام کی تکمیل کیلئے کسی جماعت کی انتہائی کارگر و مؤثر طریقے سے اجتماعی کوشش ہے"۔

ٹیم ورک کیوں ضروری ہے؟

یہ حقیقت ہے کہ تاریخ میں انسان نے جتنی بھی عظیم کامیاں سمیٹیں یا محیر العقول کارنامے سر انجام دیے ان کا سہرا کسی فردِ واحد کو نہیں جاتا بلکہ وہ مل جل کے کام کرنے (ٹیم ورک) کا نتیجہ تھا۔

اردو زبان کا مشہور محاورہ "ایک اکیلا دو گیارہ" ٹیم ورک کی اہمیت اُجاگر کرتا ہے کہ مل کر کام کرنے کی طاقت تنہا کام کرنے کے مقابلے میں گیارہ گُنا بڑھ جاتی ہے، یعنی اگر دو افراد باہم مل کر کوئی کام سر انجام دیں تو وہ اکیلے کام کرنے کی نسبت کہیں زیادہ مؤثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے۔ امریکی مصنفہ ہیلن کیلر (Helen Keller) کہتی ہیں کہ:

"Alone we can do so little; together we can do so much[4]".

"تنہا ہم بہت کم جبکہ مل کر ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں"۔

موجودہ مسابقتی دور میں ٹیم ورک کامیابی کا کلیدی حصہ ہے۔ بالخصوص کاروباری دنیا کی تیزی سے بدلتی ہوئی ترجیحات کی بدولت ٹیم ورک کی اہمیت میں کئی گناہ اضافہ ہو چکا ہے۔ پہلے کسی بھی جائے کار پر ذمہ داریوں کی تقسیم بڑی واضح نظر آتی تھی لیکن ٹیکنالوجی اور تعلیم میں ترقی سے کارکنوں نے تنوع پر زیادہ زور دینا شروع کیا ہے اور اس طرح ہر سطح پر مل جل کر کام کرنے میں دلچسپی بڑھ گئی ہے۔ اس کے علاوہ روایتی درجہ بندی و طرزِ عمل کی جگہ اداروں کے بڑھتے ہوئے ڈھانچے نے بھی ٹیم ورک کو فروغ دیا ہے۔ ان حالات کا مقابلہ کوئی ایک فرد چاہے وہ کتنا ہی ذہین، باصلاحیت اور چست کیوں نہ ہو نہیں کر سکتا، اسی لیے ٹیم ورک کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اگر آپ کے پاس ٹیم (مختلف صلاحیت اور سوچ کے حامل افراد) نہیں تو کوئی عظیم کامیابی حاصل نہیں کی جا سکتی۔[5]

لہٰذا! کسی بھی بڑے مقصد کے حصول کیلئے مل جل کے کام کرنا تمام شعبہ ہائے زندگی میں لازمی ہے جس کے ذریعے مقاصد و اہداف کا جلد اور حیرت انگیز حصول ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ اسی لیے ہر مکانِ کار اور مختلف اداروں میں ٹیم ورک کے تصور کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ جدید مینجمنٹ اور کاروباری ماہرین و محققین اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ بڑی کامیاں اور مؤثر نتائج کا حصول صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب مختلف خصوصیات کے حامل لوگ ایک جماعت (Team) کی صورت میں کام کریں۔

ٹیم ورک (مل جل کے کام کرنا) کیلئے اجتماعیت کا شعور اور اسلامی تعلیمات:

دینِ فطرت اور کامل ضابطہ حیات ہونے کی حیثیت سے اسلام نے حسنِ معاشرت کیلئے انسان کے اجتماعی شعور کو اوّلین حیثیت دی ہے۔ اسلام انسانوں کے باہمی میل جول سے پیدا ہونے والی اجتماعیت کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ اس اجتماعیت کی نشوونما میں معاونت کرتا اور اسے ایسے فطری اصول دیتا ہے جن سے اجتماعیت کو تقویت ملے۔ فرد اجتماعی زندگی کیلئے جو جمعیتیں بناتا ہے، اسلام اس کی حوصلہ افزائی اور

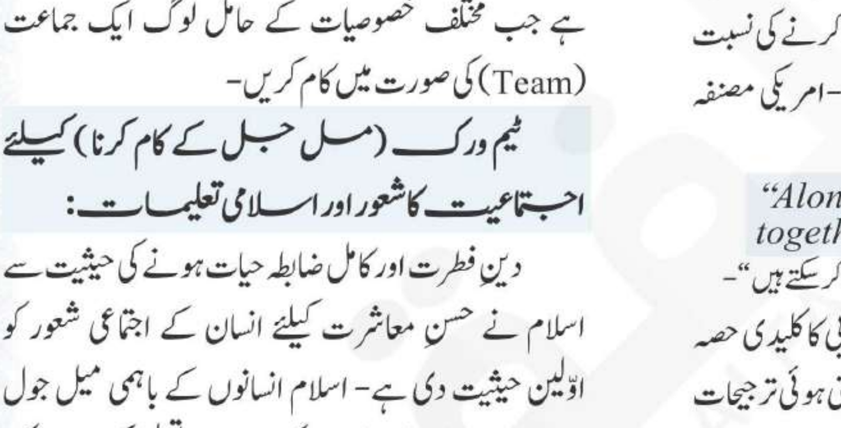

[4]https://www.afb.org/blog/entry/happy-birthday-helen
[5]https://www.linkedin.com/pulse/%D9%85%D9%84-%D8%AC%D9%84-%DA%A9%D8%B1-%DA%A9%D8%A7%D9%85-%DA%A9%D8%B1%D9%86%D8%A7-rizwan-ahmed-khan

ان کے لیے تفصیلی احکام اور اصول و قوانین فراہم کرتا ہے[6] اسلام نے ایک ایسے معاشرے کا تصور دیا ہے جس میں انسان نہ صرف ایک دوسرے کیلئے خیر خواہی کے جذبات رکھتے ہوں بلکہ اس کی بنیاد باہمی امداد و تعاون پر مشتمل ہو۔[7]

اسلام میں مل جل کے کام کرنا (ٹیم ورک) بنیادی اخلاقی فریضہ شمار کیا جاتا ہے- قرآن مجید، احادیث مبارکہ میں امداد و باہمی تعاون، احساس، خیر خواہی اور اتفاق و اتحاد کی ترغیب اپنے وسیع تر مفہوم میں ان تمام عناصر کو سموئے ہوئے ہے جو ٹیم ورک کی بنیاد ہیں- اس کے علاوہ سیرت النبی (ﷺ)، سیرت صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) و دیگر اکابرینِ اُمت کی زندگی کے ہر پہلو میں مل جل کے کام کرنے کی بے شمار مثالیں موجود ہیں جن پر تفصیلی بحث کی جاسکتی ہے-

سلطان الفقرؒ کی عظیم قیادت، تحریک اور ٹیم ورک کا تصور و فروغ:

بیسویں صدی کے عظیم صوفی باصفاء بانئ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علیؒ کی قیادت کا وہ معیار ہے جس کا احاطہ کرنا مشکل ہے- آپؒ نے آنے والے دور میں قیادت کے مؤثر نظریات (Theories) اور تنظیم و ادارہ جات سے متعلقہ نظریات پر مطالعہ و تحقیق کیلئے اپنی شخصیت، کردار اور تحریک کی صورت میں بہترین سرمایہ و اثاثہ مہیا کیا ہے-[8]

سلطان الفقرؒ کی تحریک (اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین) کے کارکنوں کے ٹیم ورک کا اگر نفسیاتی جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آپؒ نے تحریکی کارکنان کی صرف روایتی تربیت نہیں فرمائی بلکہ ان کا ظاہری و باطنی تزکیہ و تصفیہ فرما کر انہیں ایک رشتے میں پرو دیا اور بعین سیرت النبوی (ﷺ) کی روشنی میں مواخات کا رشتہ دیا اور ان کے درمیان ایک ایسا مثالی نظام و روحانی ماحول قائم کیا جس میں ہر فرد ایثار و قربانی کے جذبہ سے سرشار بغیر کسی دنیاوی غرض کے نفس پرستی اور انا پرستی سے دُور مل جل کر خود کو دینِ متین کی خدمت کے لیے وقف کیے ہوئے ہے-

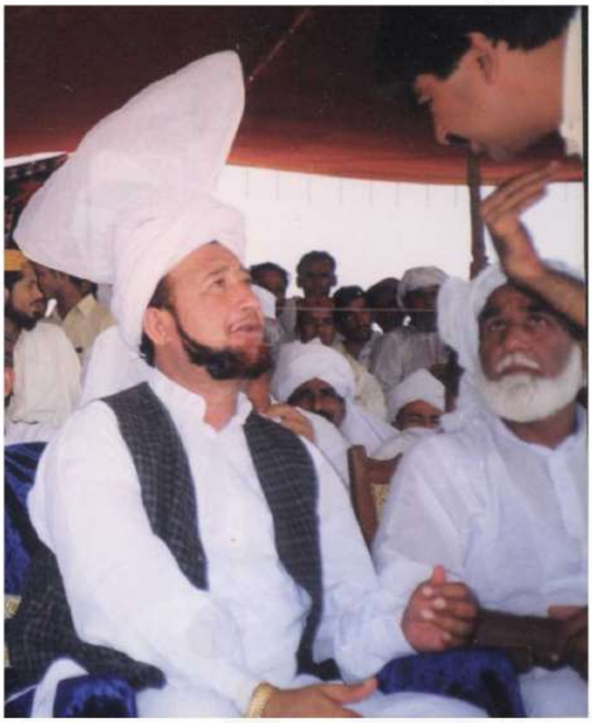

قیادت اور ٹیم ورک کسی بھی تنظیم کی کامیابی و کامرانی کیلئے دو کلیدی عناصر ہیں- ناقص قیادت کسی ٹیم کو کامیابی کی جانب نہیں لے جاسکتی، اسی طرح نااہل اور غیر متحرک و غیر مخلص ٹیم لیڈر کو بڑی کامیابیاں حاصل کرنے میں مدد نہیں کر سکتی- قیادت کی کامیابی اس بات پر منحصر ہوتی ہے کہ وہ ایک کامیاب جماعت (Team) تیار کرے جس میں مل جل کے کام کرنے کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہو- جدید ادارہ اور تنظیم میں ٹیم ورک کو صحیح طور پہ منظم رکھنا ہی قیادت کے چند بڑے امتحانوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے-

سلطان الفقرؒ کی پوری حیاتِ مبارکہ ٹیم ورک اور محسن و متعاون قیادت (Collaborative Leadership) کی بہترین مثال ہے- ایسی قیادت جو کسی عظیم مقصد کے لئے نہ صرف دوسروں کے ساتھ مل کر کام کرتی ہے بلکہ انہیں جذبہ و ترغیب دیتی ہے تاکہ وہ اپنے کام میں منظم و مستقل مزاج اور پُرعزم و مخلص رہیں اور اپنے مقصد میں کسی الجھن کا شکار نہ ہوں-

[6]https://www.ebooksall.com/islam-ka-maasharti-nizam-2/
[7]https://iri.aiou.edu.pk/wp-content/uploads/2021/10/7.pdf
[8]عثمان حسن، ورک پلیس سپر چوئیلٹی اور بانی اصلاحی جماعت کا اسلوبِ تربیت، مرآۃ العارفین انٹرنیشنل، اکتوبر 2017ء

آپؒ نے اپنے تحریکی کارکنان کی تربیت اس نہج پر فرمائی جو قدیم اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہے- آپؒ کی تحریک "ورک پلیس سپر چوئیلٹی" (سماجی روحانیت) کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے جس میں ٹیم مینیجمنٹ اور ٹیم ورک کے تمام ضروری عناصر (جیسے نظم و ضبط، ایثار و قربانی، تعاون، احساسِ ذمہ داری، دیانتداری، اخلاص، باہمی میل جول اور باہمی محبت و احترام) نمایاں نظر آتے ہیں-

بانیٔ اصلاحی جماعت نے مختلف علاقوں اور مختلف رنگ و نسل سے تعلق رکھنے والے افراد پر مشتمل جماعت قائم فرمائی اور ان کے مابین باہمی محبت، احترام اور تعاون کا رشتہ قائم ہوا- جب افراد کے قلب کے تصفیہ اور شرحِ صدر کا عکس ان کے باہمی میل جول اور بانی اصلاحی جماعت کی تحریک کے متحرک کارکن بننے کی صورت میں سامنے آیا اور انہوں نے اپنا "تن من دھن" اس تحریک سے وابستہ کیا جس میں ہمیں عظیم نظم و ضبط، باہمی محبت و مروت اور باہمی ہمدردی و جانفشانی کی مثال دنیا میں اور کہیں نہیں ملتی-[9]

اصلاحی جماعت کے طریقِ تبلیغ میں آپ کو ٹیم ورک دیکھنے کو ملتا ہے جس میں تبلیغ کیلئے ہمیشہ فردِ واحد کی بجائے ایک جماعتی وفد (جو چار یا پانچ یا اس سے زائد اشخاص پر مشتمل ہو) کی ذمہ داری لگائی جاتی ہے-

اگرچہ بہت سے مذہبی عقائد مکانِ کار پر روحانی اقدار کو فردِ واحد کے نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ روحانیت ایک اجتماعی رویہ ہے اور کسی بھی ورک پلیس پر باہم میل جول اور ٹیم ورک کیلئے روحانی قدر کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے جس کا احیاء دورِ جدید میں سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علیؒ نے فرمایا اور ایک ایسی جماعت تیار کی جس نے یہ تاثر ختم کیا کہ روحانیت محض انفرادی ہی نہیں بلکہ یہ سماجی و عمرانی جوہر ہے جس کا سماج اور جماعتی نظم سے گہرا تعلق ہے- سلطان الفقرؒ کی فکر اور تعلیمات میں ٹیم ورک کی اہمیت آپؒ کے اسلوبِ تربیت، تنظیمی ڈھانچے اور تحریکی سرگرمیوں سے پتہ چلتی ہے-

دراصل ٹیم ورک کا ماحول ہی تب پیدا ہوتا ہے جب افراد فکری و روحانی طور پر ہم آہنگ ہوں- "ورک کلچر" کے جدید ماہرین بھی ٹیم ورک کیلئے اس فارمولے پر زور دے رہے ہیں کہ لوگوں میں فکری طور پر باہمی ربط اور وحدت و ہم آہنگی پائی جائے- سلطان الفقرؒ نے لوگوں میں یہی چیز پیدا فرمائی- آج بھی آپؒ کے تنظیمی خادمین اور تحریکی کارکنان میں یک دلیل ہونے کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جس کا مطلب نہ صرف جسمانی بلکہ فکری و روحانی طور پر کسی مقصد کیلئے یکجا ہونا ہے-

تعلیماتِ سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی میں ٹیم ورک کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپؒ تحریک کا بنیادی مشن و مقصد ہی اتحادِ اُمت اور انسانیت کو اکٹھا کرنا ہے- علامہ عنایت اللہ قادری مرحوم آپؒ کی سعی اتحادِ اُمت کے متعلق لکھتے ہیں:

"بانیٔ اصلاحی جماعت حضرت سلطان محمد اصغر علیؒ نے خصوصاً ظلمت و مادیت کے اندھیروں میں سعیٔ اتحادِ امت فرمائی، آپؒ کی عمر مبارک چالیس (40) سال تھی اُس وقت آپ نے اِس کی بنیاد رکھی اور عرب و عجم کی دُنیا میں انسانیت اور امن و اتحاد کو عام فرمایا اور یہ سعی ہر قسم کے رنگ و نسل، قوم و ملک، کالے اور گورے سے بے نیاز ہو کر فرمائی گئی"-[10]

[9] عثمان حسن، ورک پلیس سپر چوئیلٹی اور بانی اصلاحی جماعت کا اسلوبِ تربیت، مرآۃ العارفین انٹرنیشنل، اکتوبر 2017ء

[10] علامہ عنایت اللہ قادری، بانی اصلاحی جماعت کی فکرِ اتحادِ اُمت، مرآۃ العارفین انٹرنیشنل، اکتوبر 2014ء

سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علیؒ کا سعی اتحادِ اُمت کا یہ وژن عکاسی کرتا ہے کہ آپؒ نہ صرف سماجی و تنظیمی معاملات میں مل جل کے کام کرنے (ٹیم ورک) کے آرزو مند تھے بلکہ آپ چاہتے تھے کہ اُمتِ مسلمہ بحیثیت مجموعی دینِ متین کی سر بلندی اور رحمتِ عالم (ﷺ) کا پیغام پوری دنیا کے طول و عرض میں پھیلانے کیلئے مل جل کر اور باہم متحد ہو کر اپنا کردار ادا کرے۔

سلطان الفقرؒ کا یہ وژن آج بھی خانوادہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ سے جاری و ساری ہے جس کی مثال جانشینِ سلطان الفقر صاحبزادہ سلطان محمد علی (مدظلہ الاقدس) کی فکری و روحانی قیادت میں جدید تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے عالمِ اسلام کی خدمت کے لئے تحقیقی ادارے مسلم انسٹیٹیوٹ کا قیام ہے جس کا بنیادی مقصد ہی اتحاد و استحکام کیلئے کام کرنا اور ایسی قیادت تیار کرنا ہے جو اُمتِ مسلمہ کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرے۔ مزید بر آں سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کی ٹیم ورک کی روایت کے تسلسل میں جانشین سلطان الفقر صاحبزادہ سلطان محمد علی صاحب نے ٹیم سلطان کی بنیاد رکھی جو پاکستان کی آف روڈ ریسنگ میں پہلی ٹیم ہے جس نے ٹیم ورک کا پاکستان آف روڈ میں شعور و اہمیت کو اجاگر کیا۔

الغرض! سلطان الفقرؒ نے ٹیم ورک کے فروغ کیلئے جو اقدامات فرمائے ان میں سب سے اہم ترین یہ تھا کہ آپؒ نے تحریکی ساتھیوں اور رفقائے کار کا اسم اللہ ذات اور اپنی نگاہِ کاملہ کے ذریعے تزکیۂ نفس و تصفیہ قلب فرما کر اُن میں روحانی ہم آہنگی پیدا فرمائی جس سے تحریک میں نہ صرف روحانی اقدار اور مل جل کر کام کرنے کا جذبہ پروان چڑھا بلکہ یہ تحریک باقیوں کیلئے بھی مثال بنی۔

حاصلِ کلام:

صوفیائے کرام کی تعلیمات اور پیغام کی عملی ترویج کے بغیر سماج میں افراد کے درمیان روحانی ہم آہنگی و تعاون (ٹیم ورک کیلئے جزوِ لازم) ممکن نہیں ہے۔ سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) جیسی عظیم شخصیات کی بدولت معاشرے میں احساس، محبت، ہمدردی اور تعاون و خیر خواہی کا جذبہ فروغ پاتا ہے اور افراد میں روحانی فکر پروان چڑھتی ہے جو بالواسطہ معاشرے میں اتحاد و اتفاق کا سبب ہے۔ عصرِ حاضر کی تنظیمیں اور ادارے سماجی روحانیت (Workplace Spirituality) کے ذریعے اپنی پیشہ ورانہ کارکردگی میں بہتری اور اپنے ملازمین و رفقائے کار کی روحانی تربیت کیلئے بانیٔ اصلاحی جماعت کی تعلیمات اور مشن سے رہنمائی حاصل کر سکتی ہیں۔

☆☆☆

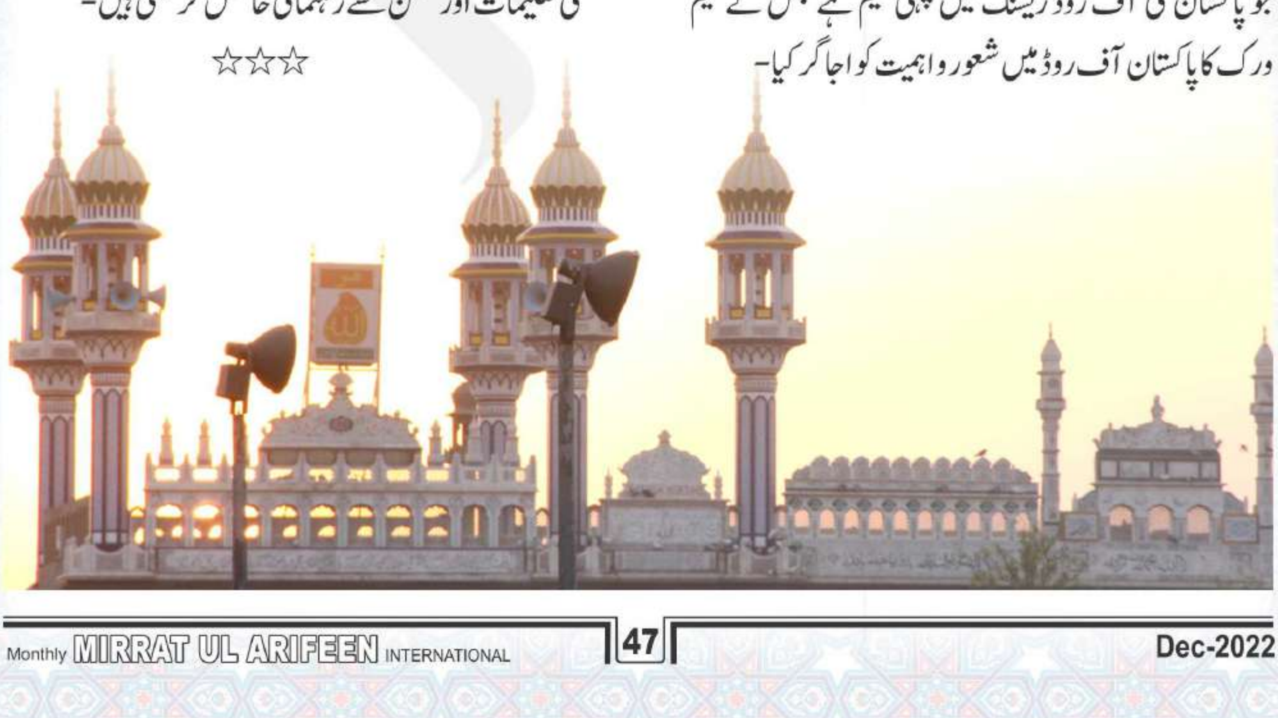

مرشد کریم کی بارگاہ میں

پیغامِ معرفت کیا آسان آپ نے
اُمت پہ کر دیا ہے یہ احسان آپ نے

کھولا ہے خاص و عام پہ باھُو سخی کا فیض
غوثِ جلی سے پائی ہے کیا شان آپ نے

اصلاحِ باطنی کی ضرورت کے واسطے
بانٹا ہے اسمِ اعظمِ ذیشان آپ نے

بھولے ہوئے قلوب پہ یکساں عیاں کیا
روزِ ازل کا اولیں پیمان آپ نے

فیضِ سخی سے سب کو ہی سیراب کر دیا
صحرا تھے چاہے کھیت یا میدان، آپ نے

شرعِ محمدی (ﷺ) کے توسط سے ہر گھڑی
لکھا کمالِ فقر کا دیوان آپ نے

☆☆☆

مستحسن رضا جامی

ABYAT-E-BAHOO
ابیاتِ باھُو

کل قبیل کوئیسر کہندے کارن دُر بحر دے ھُو
شش زمین تے شش فلک تے شش پانی تے تر دے ھُو
چھپاں حرفاں وچ سخن اٹھاراں دو دو معنی دھر دے ھُو
مرشد ہادی صحی کر سمجھایا باھُو اس پہلے حرف سطر دے ھُو

All tribes sing success for acquiring pearl from ocean Hoo
Six earths, six space and six are floating in water Hoo
Within six letters, are eighteen words, each word has dual meanings Hoo
Murshid guide perfectly explained Bahoo first letter of the line Hoo

Qul qabeel kawisar kehanday karan dur bahar day Hoo
Shish zameen tay shish falak pani tay tar day Hoo
Chupya'N 'Harfa'N wich su'Khan a'Thara'N do do maeni dhar day Hoo
Murshid hadi 'Sahi kar smjhaya Bahoo is pehlay 'Harf satar day Hoo

تشریح:

2-1: اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ

”اس کی پاکی بولتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے“۔(بنی اسرائیل:44)

اس مقام پہ سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) نے اسی چیز کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ تمام مخلوقات (اٹھارہ ہزار عالَم) سمندر (بحرِ معرفت) کے موتی (عشق) کے حصول کی خاطر نغمہ فراق الاپتی (یعنی اس کی تسبیح بیان کرتی) ہیں اور اس سے اگلے مصرع میں آپ (رحمۃ اللہ علیہ) اس ٹھارہ ہزار عالَم کی تقسیم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس (اٹھارہ ہزار مخلوقات) کا ایک تہائی زمین پر، ایک تہائی آسمانوں پر اور ایک تہائی پانی میں بس رہا ہے۔ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی نثری تعلیمات میں بھی اس چیز کی وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی و کبریائی اُس کے تمام اسمائے پاک کے ساتھ جو اٹھارہ ہزار عالَم کی کل مخلوقاتِ جن واِنس و وحوش وطیور کو رزق دینے والا ہے“ (اسرار القادری)۔ ان اٹھارہ ہزار عالَم کا علم کہاں پایا جاتا ہے؟ اس کی وضاحت فرماتے ہوئے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا: ”الغرض جملہ علومِ قرآن، جملہ علومِ حیُّ قیوم نص وحدیث اور وہ تمام علوم جو لوحِ محفوظ اور عرش و کرسی پر مرقوم ہیں اور ماہ سے ماہی تک ملکِ خداوندی کے جملہ غیبی علوم و اسرارِ پروردگار اور تمام حکم احکام اور امورِ ظاہری و باطنی، نفسی و قلبی، روحی و سرّی اور اٹھارہ ہزار عالَم کی مخلوقات کے درمیان جاری تمام حکمتیں اور توریت و زبور و انجیل و فرقان کے تمام علوم اور چاروں اسمِ اعظم اسم اللہ ذات کی طے میں پائے جاتے ہیں“۔(نور الھدیٰ)

ان اٹھارہ ہزار مخلوقات کا مشاہدہ کیسے حاصل کیا جائے؟ اس کے متعلق آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں: ”اسم ”اَللّٰهُ“ آئینے کی مثل ہے تُو اِس میں کونین کے اٹھارہ ہزار عالَم کا تماشا دیکھ، اِس میں ہر آئینے اور ہر مقام کی تحقیق کر۔ معائنۂ اسم اللہ ذات وہ راہ ہے کہ جس میں صاحبِ کمال مرشدِ کامل مکمل طالب اللہ کو وصالِ لازوال بخشتا ہے“۔(محک الفقر کلاں)

مزید ارشاد فرمایا: ”یاد رکھ کہ دونوں جہان کی کل مخلوق، نو فلک و سات طبقاتِ زمین، تمام چھوٹے بڑے علوی و سفلی مقامات، ظاہر و باطن میں قدرتِ الٰہی کا سارا علم اور اٹھارہ ہزار عالَم کا تمام کلی و جزوی علم اسمِ اَللّٰهُ کی طے میں پایا جاتا ہے اور اسمِ ”اَللّٰهُ“ قلب کی طے میں ہے۔ جب مرشدِ کامل ولی اللہ کی نظر سے طالب اللہ کے دل پر اسم اَللّٰهُ نقش ہو جاتا ہے تو اُس کا دل ذکرِ اَللّٰهُ سے زبان کھول لیتا ہے اور وہ زور زور سے دِل پر اَللّٰهُ اَللّٰهُ کی ضرب لگاتا ہے اور طالبِ اللہ خروشِ اسمِ اَللّٰهُ سے بے ہوش ہو کر اپنے آپ سے بیگانہ ہو جاتا ہے، اُس کے سامنے سے خناس و خرطوم جیسے تمام شیطانی و نفسانی حجاباتِ ظلمانی پارہ پارہ ہو جاتے ہیں اور وہ مشاہدۂ حقیقی سے فیضیاب ہو کر اصلی راہِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر گامزن ہو جاتا ہے“۔(محک الفقر کلاں)

یہ ایک حقیقت ہے کہ بندہ مومن کو اللہ پاک سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کامل غلامی کے طفیل اٹھارہ ہزار عالَم کی شاہی اور تصرف عطا فرماتا ہے جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں: ”فقیر وہ ہے جو آنکھیں بند کرے تو کونین کے اٹھارہ ہزار عالَم کا مشاہدہ کرے“ (عین الفقر)۔ مزید ارشاد فرمایا: ”فقیر کہتے ہی اُس باکمال صاحبِ تحصیل عالم کو ہیں جس کے علم کی قید میں اَٹھارہ ہزار عالَم کی ہر چیز ہو اور وہ صفاتِ کریمانہ کا مالک ہو“۔(کلید التوحید کلاں)

4-3: چھ حرفوں میں اٹھاراں سُخن ہیں ان میں سے ہر حرف (ظاہر و باطن) دو دو معنی رکھتا ہے۔ یعنی اس اٹھارہ ہزار عالَم کی مخلوقات کی تسبیح چھ اسماء مبارکہ ”اللہ، للہ، لہ، ھو، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، فقر“ ہیں جن کے حروف تہجی کی تعداد اٹھارہ بنتی ہے اور ان میں ہر اسم مبارک سے دو (ظاہر و باطن) کے علوم منکشف ہوتے ہیں۔ آپؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ علوم ظاہر و باطن کے جملہ علوم میرے مرشد کامل نے سطر کے پہلے حرف کے تصور سے ہی جملہ علوم منکشف فرما دیے ہیں۔ وہ پہلا حرف اسم اللہ ذات ہے اس کی وضاحت آپؒ اپنے ان الفاظ میں فرماتے ہیں: ”مرشدِ کامل وہ ہے جو اپنی توجہ سے اسم اللہ ذات کی طے کو کھول کر طالب اللہ کو عین بعین دکھا دے کیونکہ اسم اللہ ذات کے اندر نورِ الٰہی سمایا ہوا ہے جس تک رسائی کی توفیق محض اللہ تعالیٰ کی بخشش و عطا ہی سے ممکن ہے اور تماشائے احوالِ ازل، تماشائے احوالِ ابد، تماشائے احوالِ دنیا، تماشائے احوالِ عقبیٰ و بہشت، خاص علم لامکان قدر قدرتِ عیان، شرفِ لقاء اور رازِ الٰہ سب کچھ اسم اللہ ذات کی طے میں موجود ہے۔ مرشدِ مکمل اکمل وہ ہے جو طالب اللہ کو تصور و تصرف سے اسم اللہ ذات کی طے کھول کر دکھا دے۔ بے شک راستی کی راہ اسم اللہ ذات سے کھلتی ہے کیونکہ اسم اللہ ذات ایک لازوال حقیقت ہے۔ مرشدِ جامع جمعیت بخش وہ ہے جو طالب اللہ کو اسم اللہ ذات کی طے سے دین و دنیا کے خزانے اور معرفتِ الٰہی کے خزانے کھول کر عطا کر دے۔ صاحبِ توفیق مرشدِ نور الہدیٰ وہ ہے جو اسم اللہ ذات کی طے سے معرفتِ الٰہی کے خزانوں کی حقیقت کھول کر طالب اللہ کو دکھا دے“ (نور الھدیٰ)۔ اگر وہ (استادِ کامل مرشدِ مکمل سے) اِس قاعدے کا یک حرفی سبق ”اَللّٰهُ“ پڑھ لے تو اُس کی چشمِ باطن روشن ہو جاتی ہے اور وہ مراتبِ معرفتِ الٰہی کے دائم مشاہدے میں غرق رہتا ہے۔ جو کوئی طریقِ تحقیق سے پہلے ہی روز اِس یک حرفی قاعدے کا سبق پڑھ لے اُس سے دنیا و آخرت کی کوئی چیز مخفی نہیں رہتی“ (اسرار القادری)۔ کیونکہ ”جس شخص کا دل حرف الف کے نور سے روشن ہو جاتا ہے وہ صاف و شفاف ہو کر جام جہاں نما اور آئینہ سکندری بن جاتا ہے جس میں صاحب دل اٹھارہ ہزار عالَم کا تماشا دیکھتا ہے اور مقام احدیت پر پہنچ جاتا ہے“ (شمس العارفین)۔ آپؒ اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”اسم اللہ ذات سے مَیں نے اپنا نصیبہ حاصل کر لیا ہے، وہ میرے لئے کافی ہے“ (اسرار القادری)۔

میلادِ مصطفیٰ و عرس مبارک

سُلطان الفقر

حضرت سُلطان محمد اَصغر علی قدس سرہ العزیز

بانیٔ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین

دربارِ عالیہ سُلطان العارفین حضرت سلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ

سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علی قدس سرہ العزیز نے اپنی نگاہِ کاملہ سے فکری و روحانی انقلاب برپا کیا۔ ہزاروں گم گشتگانِ راہ کے سینوں کو نورِ اسم اللہ ذات سے مُنوّر فرمایا اور ہزاروں نوجوانوں کو اخلاقی، روحانی و فکری تربیت سے بیدار کیا اور قوم و مِلّت کا زندہ حصہ بنایا۔ آپؒ کے فیضانِ نظر سے قائم کردہ تربیتی اور تحقیقی ادارے ایک تحریک کی صورت میں بنی نوعِ انسان کو ہر طرح کے تعصّبات سے پاک کر کے ان کے تعلق باللہ کو مضبوط کرنے میں مصروفِ عمل ہیں۔

بانیٔ اصلاحی جماعت کے انیسویں عرس مبارک کے کامیاب انعقاد پر

جامعہ غوثیہ عزیزیہ انوارِ حق باھُو سُلطان

جانشین سُلطان الفقر حضرت سُلطان محمد علی مدظلہ الاقدس سروری قادری

اور اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کے عہدیداران و کارکنان کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔